06

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا 35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

21 تا 27 شعبان المعظم 1447ھ / 10 تا 16 فروری 2026ء

اس شمارے میں

بدلتے عالمی حالات میں مقبوضہ کشمیر کا مستقبل!

پاکستان اور افغانستان کے ماضی، حال اور مستقبل کے تعلقات

قرآن حکیم اور ہم

یوم یکجہتی کشمیر اور بسنت کا ہندوانہ تہوار

مسئلہ کشمیر کیوں حل نہ ہوا؟

یہ حکومت یہ تجارت……

روزے کا دین میں مقام

یہ ایک فطری سی بات ہے کہ جس امت پر اللہ کے نظام کو دنیا میں قائم کرنے اور اس کے ذریعہ نوعِ انسانی کی قیادت کرنے اور انسانوں کے سامنے حق کی گواہی دینے کے لیے جہاد فی سبیل اللہ فرض کیا جائے، اس پر روزہ فرض ہو! روزہ ہی سے انسان میں محکم ارادے اور عزم بالجزم کی نشوونما ہوتی ہے۔ روزہ ہی وہ مقام ہے جہاں بندہ اپنے رب سے اطاعت و انقیاد کے ساتھ مربوط ہوتا ہے۔ پھر روزہ ہی وہ عمل ہے جس کے ذریعے انسان خدا کی رضا اور اجرِ آخرت کے لیے تمام جسمانی ضرورتوں پر قابو پاتا اور تمام دشواریوں اور زحمتوں کو برداشت کرنے کی قوت حاصل کرتا ہے۔

اس فریضہ کا اولین مقصود تقویٰ، صفائے قلب، احساسِ ذمہ داری اور خشیت الٰہی کے لیے دلوں کو تیار کرنا ہے۔ تقویٰ دل میں زندہ و بیدار ہو تو مومن اس فریضہ کو اللہ کی فرمانبرداری کے جذبے کے تحت اس کی رضا جوئی کے لیے ادا کرتا ہے۔ تقویٰ ہی دلوں کا نگہبان ہے۔ وہی معصیت سے روزے کو خراب کرنے سے انسان کو بچاتا ہے، خواہ یہ دل میں گزرنے والا خیال ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن کے اولین مخاطب جانتے تھے کہ اللہ کے یہاں تقویٰ کا کیا مقام ہے اور اس کی میزان میں تقویٰ کا کیا وزن ہے۔ یہ ان کی منزل مقصود تھی، جس کی طرف ان کی روحیں لپکتی تھیں۔ روزہ اُس کے حصول کا ذریعہ اور اس تک پہنچانے کا راستہ ہے۔ قرآن اس تقویٰ کو منزل مقصود کی حیثیت سے ان کے سامنے رکھتا ہے، تاکہ روزے کے راستے سے وہ اس منزل کا رُخ کر سکیں۔

سیّد قطب شہیدؒ

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

الھدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1170

دنیا میں مشرکین کا انجام

سُورۃُ الرُّوم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 42، 43

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾
فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَىِٕذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾

آیت ۴۲: ﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ ﴾ ’’(اے نبی ﷺ! ان سے) کہیے کہ تم زمین میں گھومو پھرو اور دیکھو کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو (تم سے) پہلے تھے۔‘‘

﴿كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾﴾ ’’ان میں سے اکثر مشرک ہی تھے۔‘‘

آیت ۴۳: ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ﴾ ’’پس اپنے چہرے کو قائم رکھو دین قیم کی طرف‘‘

قبل ازیں آیت ۳۰ میں بھی یہی ہدایت دی گئی ہے۔

﴿مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾ ’’اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جسے اللہ کی طرف سے کوئی لوٹانے والا نہیں ہوگا‘‘

﴿يَوْمَىِٕذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾﴾ ’’جس دن یہ لوگ علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے۔‘‘

اس دن تمام نسل انسانی اپنے اپنے اعتقادات اور اعمال کے اعتبار سے مختلف گروہوں میں بٹ جائے گی۔ گویا دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔

درس حدیث

عورت کا خوشبو لگا کر غیر محرم مردوں کے پاس سے گزرنا

عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَيُّمَا امْرَاَةٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰى قَوْمٍ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ))

(رواہ احمد)

ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرتی ہے تاکہ وہ اس کی خوشبو پائیں تو وہ (عورت) بدکار (زانیہ) ہے۔‘‘

تشریح: یہ حدیث مسلمان خواتین کے لیے بہت اہم پیغام ہے۔ یہاں بتایا گیا ہے کہ خواتین خوشبو لگا کر باہر نہ جائیں، اس لیے کہ یہ چیز نامحرم کو ان کی جانب توجہ اور کشش کا باعث بنتی ہے۔ دراصل عورت کا اصل ٹھکانہ اس کا گھر ہے۔ گھر سے اُس کا نکلنا ضرورت کے تحت ہی ہے۔ عورت کو زیبائش کی اجازت ہے، مگر صرف شوہر کی خاطر۔ جو عورت خوشبو لگا کر باہر نکلتی ہے، تاکہ لوگ اس کی خوشبو پائیں، وہ شریف عورت نہیں ہو سکتی، اس لیے اُسے بدکار قرار دیا گیا ہے۔

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

21 تا 27 شعبان المعظم 1447ھ جلد 35
10 تا 16 فروری 2026ء شمارہ 06

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق

مجلس ادارت: فرید اللہ مروت ● محمد رفیق چودھری ● وسیم احمد باجوہ ● خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ
رضاء الحق

بدلتے عالمی حالات میں مقبوضہ کشمیر کا مستقبل!

بھارت کا مقبوضہ کشمیر پر غاصبانہ قبضہ 79 ویں سال میں داخل ہو چکا ہے۔ بھارت نے روزِ اوّل سے مقبوضہ کشمیر میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا ہوا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کشمیر تقسیمِ ہند کا نامکمل ایجنڈا آئٹم ہے تو کچھ غلط نہ ہوگا۔ وہ کشمیر جو عوام کے اکثریتی فیصلے کے بنا بریں پاکستان کا حصّہ بننا تھا، اُسے شاطر بھارتی حکمرانوں نے کشمیر کے مہاراجہ کے ساتھ ساز باز کر کے ہتھیا لیا۔ اگر قبائلی مجاہدین غیرتِ ایمانی کے ساتھ اپنی جانوں پر کھیل کر وہ حصّہ آزاد نہ کرواتے جو آج آزاد کشمیر کے نام سے جانا جاتا ہے تو سب کچھ ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ پاکستان کا انگریز آرمی چیف گورنر جنرل (قائداعظم) محمد علی جناح کا بھارت کے خلاف جوابی کارروائی کرنے کا حکم ماننے سے انکار کر چکا تھا۔ گویا ڈوبتے ہوئے تاجِ برطانیہ نے بھی ایک سوچے سمجھے منصوبے بلکہ سازش کے تحت کشمیر کے معاملے کو پاکستان اور بھارت کے مابین ایک تنازعہ کی صورت میں برقرار رکھنا مغرب کے مفاد میں جانا۔ پھر یہ ہے کہ اس سازش میں قادیانیوں کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ غلطیاں اپنوں سے بھی ہوئیں۔ بہر حال تاریخ کے اس تاریک دریچے میں جھانکنے کی بجائے اس تحریر میں ہم مستقبل کے ممکنہ خدشات، خطروں اور اندیشوں کی ایک جھلک پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ ساتھ میں مقبوضہ کشمیر کو ہندوتوا بھارت سے واگزار کروانے اور "کشمیر بنے گا پاکستان" کے مقبول نعرہ کو عملی شکل دینے کے حوالے سے کچھ گزارشات بھی قارئین کے سامنے رکھیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج مقبوضہ کشمیر کے حوالے سے بھارت کے مذموم عزائم 370 اور 35A کی بحالی سے انکار اور ہندوتوا کے نفاذ (اکھنڈ بھارت کا قیام) سے آگے بڑھ کر خطے میں اسرائیل اور امریکہ کے ابلیسی مقاصد کو پورا کرنے تک پھیل چکے ہیں۔ اسرائیل، امریکہ اور بھارت پر مشتمل ابلیسی اتحادِ ثلاثہ نے بھارت کے ذریعے گزشتہ برس ماہِ مئی میں پاکستان پر زوردار حملہ کیا تھا۔ بھارت کو ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل نے، جس نے غزہ کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا ہے، غزہ کے 70 ہزار سے زائد مسلمانوں جن میں اکثریت بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کی ہے، کو شہید کر چکا ہے، فلسطینی مسلمانوں کی نسل کُشی پر تُلا ہوا ہے (بھارت دیگر مسلم دشمن پالیسیوں کی طرح نسل کُشی کے معاملے میں بھی اسرائیل کا شاگرد ہے) اور جس کا ناجائز وزیراعظم نیتن یاہو گریٹر اسرائیل کے توسیعی منصوبہ کو اپنا 'تاریخی' اور 'روحانی' مشن قرار دیتا ہے، مئی 2025ء میں بھارت کے پاکستان کے خلاف آپریشن سندور میں اپنے فطری اتحادی کو عسکری ساز و سامان سمیت ہر نوع کی مدد فراہم کی تھی۔ حملے کے مقاصد جہاں یہ تھے کہ پاکستان کو دھمکی دی جائے کہ غزہ کے معاملے میں کسی قسم کا کردار ادا کرنے سے باز رہے اور مقبوضہ کشمیر پر بھارتی تسلط کو تسلیم کر لے، وہیں یہ بھی تھا کہ پاکستان کی ایٹمی اور میزائل ٹیکنالوجی کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا دیا جائے، جو اسرائیل، امریکہ اور بھارت تینوں کی دیرینہ خواہش ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال ہوئی اور پاکستان نے بھارت کو ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ اُس کے پشتی بان بھی انگلیاں دانتوں تلے دبا کر رہ گئے۔ اس شکی کے بعد بھارت دنیا بھر میں ذلیل و رسوا ہوا اور مغربی ممالک و بھارت کے فطری اتحادیوں کا اُس کے ناقابلِ تسخیر ہونے کا پروپیگنڈا بری طرح بے نقاب ہو گیا۔ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ مودی سرکار کو گھٹنوں کے بل گر کر ٹرمپ کی منتیں کرنا پڑیں کہ کسی طرح جنگ بندی کروا دی جائے۔

بہر حال، اس فتح پر ہمیں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور باطل قوتوں کے خلاف اگلے معرکہ کے لیے ہر طرح کی مکمل تیاری رکھنی چاہیے۔ بھارت اپنے پشتی بانوں کی مکمل معاونت کے ساتھ پاکستان پر سندور 2 کے نام سے دوبارہ حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔

فلسطین کے مسلمانوں پر 7 اکتوبر 2023ء کے بعد جو بیت گئی ہے فلکِ پیر نے ایسی انسان دشمنی کا مظاہرہ کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایشیا اور افریقہ میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم کی داستان اتنی طویل، اتنی خونچکاں اور اتنی لرزہ دینے والی ہے کہ اسے قرطاس پر منتقل کر دینا عملاً ممکن نہیں ہے۔ جھوٹے نگوں سے مرصع چمکتی دمکتی آنکھوں کو خیرہ کرتی مغربی تہذیب کس طرح مسلمانوں کے خون کے دریا بہا رہی ہے، لیکن اپنے دامن پر چھینٹ نہیں پڑنے دیتی۔ حیرت ہے یہ سب کچھ کر کے اِن خونی درندوں کے معاشرے پھر مہذب اور تہذیب یافتہ کہلاتے ہیں۔ جس عیاری اور چالاکی کے ساتھ مسلمانوں کو تختۂ مشق بنایا جا رہا ہے، اور اُن پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں اُس کی جدید تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ پھر یہ کہ ٹرمپ جیسے اداکاروں اور میڈیا کی جادوگری (جس میں سوشل میڈیا سب سے آگے ہے) کے ذریعے ظلم اور تشدد کا ذمہ دار بھی مسلمانوں کو ہی قرار دیا جاتا ہے (اس حوالے سے نوم چومسکی کی کتاب ''Manufacturing Consent'' اور یون کانگ یانگ کی کتاب ''Weapons of Mass Deception'' ہر باضمیر فرد کی دل کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں)۔ امریکہ اور اہلِ مغرب (جس میں اسرائیل اور بھارت کو بھی شامل کر لیں) کا اوّلین ہتھیار میڈیا کے ذریعہ جھوٹا پروپیگنڈا کر کے دنیا کو دھوکا دینا ہے۔

عالم اسلام کا المیہ یہ ہے کہ مسلمان حکمران اپنے اقتدار کے تحفظ کے لیے اور ''وہن'' کی بیماری کا شکار ہو کر اُن کی ہر ڈکٹیشن کو قبول کر کے اُنہی کے مفادات کو آگے بڑھاتے ہیں۔ ماضیٔ قریب میں پاکستانی حکمرانوں کی ہی مثال لے لیجیے۔ اکیسویں صدی کے آغاز میں ڈکٹیٹر مشرف نے چند ٹکوں کے عوض مسئلہ کشمیر بیچ دیا۔ ایک وزیر اعظم نے پاک بھارت سرحد کو مٹی میں کھینچی گئی لکیر قرار دیا اور آلو گوشت کے نام پر دو قومی نظریہ پر گویا تیشہ چلا دیا۔ ایک اور وزیر اعظم جو 'کسی' کی انا اور بدلہ کی خواہش میں جیل کاٹ رہے ہیں، نے میڈیا کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ کیا پاکستان سے مقبوضہ کشمیر پر حملہ کروادوں؟ اپنوں کا یہ حال ہے تو غیروں نے بھی میڈیا کے ذریعے ایسی فضا قائم کر دی ہے کہ مغرب مسلمانوں کو مار رہا ہے اور پھر بھی مظلوم ہے اور مسلمان مار کھا رہے ہیں اور خون میں نہا رہے ہیں، لیکن پھر بھی ظالم اور دہشت گرد ہیں۔ یہ دشمنوں کی حکمت عملی کا کمال ہے اور میڈیا کی جادوگری ہے کہ وہ سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ ثابت کر رہے ہیں۔ مسلم ممالک کے پاس اس کا حل صرف ایک ہے کہ آپس کے تفرقہ کو پسِ پشت ڈال کر متحد ہوں اور جہاں بھی مسلمان غیروں کے ظلم وستم کا شکار ہیں اُس کا جامع حکمت عملی سے اور اسلام کے بنیادی اصولوں کو مدنظر رکھ کر سیاسی، معاشی، معاشرتی اور عسکری ہر سطح پر مقابلہ کریں۔

حال ہی میں ٹرمپ نے پہلے ایران پر حملے کی دھمکی دی اور جب دال گلتی ہوئی دکھائی نہ دی تو اب مذاکرات کا ڈھونگ رچا رہا ہے۔ ٹرمپ درحقیقت صہیونیوں کی کٹھ پتلی ہے۔ ایران کے ساتھ مذاکرات میں ٹرمپ نے پاکستان سمیت کئی مسلم ممالک کو حصہ لینے کی دعوت دی تھی، البتہ ایران نے مسلم ممالک سمیت کسی تیسرے ملک کی شمولیت سے معذرت کر لی ہے۔ اللہ خیر ہی کرے!

اس پس منظر اور 5 فروری کی تاریخی اہمیت کو حکومتِ پنجاب نے پاؤں تلے روند ڈالا۔ ایک طرف مقبوضہ کشمیر سے یکجہتی کے دعوے کرنا اور پھر انہی مشرک ہندوؤں کا تہوار منانا جو کشمیری مسلمانوں کی نسل کشی میں ملوث ہیں۔ جو اسلام و مسلم دشمن پالیسیوں میں ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کے شاگرد بھی ہیں اور اُس کے مذموم عزائم میں معاون بھی۔ ایک ایسا مشرکانہ ہندوانہ تہوار جو ہندوؤں کی ثقافت کا لازمی جزو ہے، اُسے حکومتِ پنجاب کی جانب سے 'ملک کا خوشیوں سے بھرا ثقافتی تہوار' قرار دینا بے حسی و بے حمیتی کی انتہا ہے۔ مملکتِ خداداد پاکستان میں شعائرِ اسلام کے مقابل ہندوؤں کی مشرکانہ ثقافت کی سرکاری سطح پر دن دہاڑے ایسی ترویج و پیروی...... کوئی شرم ہوتی ہے، کوئی حیا ہوتی ہے! بہرحال دو قومی نظریہ کو سوشل انجینئرنگ کے ایجنڈا کے ذریعے دفن کرنے کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

اِن حالات میں پاکستان اور مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کے لیے ایک دوسرے کی اخلاقی اور عسکری مدد کرنا ناگزیر ہو چکا ہے۔ ہمارا حکومت و ریاستِ پاکستان سے سوال ہے کہ کیا وہ اُس 'بورڈ آف پیس' کے فورم سے، جس کا پاکستان رکن بن چکا ہے اور جس کی شقوں میں دنیا بھر میں امن قائم کرنا شامل ہے، مسئلہ کشمیر کے حل اور مقبوضہ کشمیر سے بھارت کو نکال باہر کرنے کا مطالبہ بھی کریں گے؟

آخر میں ہم اس بات کا اعادہ کرنا لازمی سمجھتے ہیں کہ بیرونی دشمن کو اُس وقت تک دنداں شکن جواب نہیں دیا جا سکتا جب تک پاکستان سیاسی، معاشی اور عسکری لحاظ سے مستحکم نہ ہو جائے اور یہ استحکام نظریۂ پاکستان کی عملی تعبیر کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر پاکستان صحیح معنوں میں ایک اسلامی فلاحی ریاست بن جائے اور اُس کے ثمرات دنیا کے سامنے آ جائیں تو بھارت کے لیے ممکن ہی نہیں رہے گا کہ وہ مقبوضہ کشمیر میں عوامی تحریک کو دبا سکے۔ لہٰذا ہمارے لیے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ہم نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دیں تاکہ اہلِ کشمیر کو پاکستان کی جانب ایک خصوصی کشش محسوس ہو اور اُن کی پاکستان کا حصہ بننے کی تحریک اتنی زور آور ہو جائے کہ بھارت کے لیے اُسے روکنا ممکن نہ رہے۔ تب ہی ''کشمیر بنے گا پاکستان'' کا نعرہ حقیقت کا روپ دھارے گا۔ ان شاء اللہ!

پاکستان اور افغانستان کے ماضی، حال و مستقبل کے تعلقات

تنظیم اسلامی کا موقف

خصوصی اجلاس مرکزی مجلس عاملہ تنظیم اسلامی پاکستان منعقدہ 4 نومبر 2025ء میں ''**تنظیم اسلامی کا پاکستان اور افغانستان کے ماضی، حال اور مستقبل کے تعلقات پر موقف**'' کے موضوع پر معزز اراکین مجلس نے اظہارِ خیال فرمایا۔ بعد ازاں امیر محترم نے مزید مشاورت اور غور وفکر کے بعد نکات کی صورت میں اس موضوع پر درج ذیل حتمی موقف 20 جنوری 2026ء کو مرتب فرمایا۔

1- اسلام اور پاکستان

(i) دنیا کا واحد ملک جو دین کے نام پر، دین کی خاطر اور دین کے نفاذ کے لیے بنا۔

(ii) اس کا استحکام اور اس کی بقا صرف اسلام میں ہے۔

(iii) پاکستان کے بنتے ہی قراردادِ مقاصد میں اس عزم کا بانگ دہل اظہار کیا گیا۔

(iv) پاکستان کی Destiny (تقدیر مبرم) اسلام ہے۔

(v) ضرورت اس امر کی ہے کہ جو عزم واعلان کیا گیا تھا اس کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ لہٰذا دستور میں طے شدہ اسلامی تشخص اور اسلامی اقدار کو رائج و اسلامی قوانین کو نافذ کیا جائے۔

(vi) فطرت کا اصول ہے کہ خلاء نہیں رہ سکتا خلاء پُر ہوتا ہے۔ لہٰذا دستوری سطح پر پیش رفت نہ ہونے کی صورت میں مسلمانانِ پاکستان خصوصاً دین سے محبت کرنے والے اور دین پر عامل افراد عمل درآمد کے لیے دوسرے راستے اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے یا ان کو اس خلاء کو پُر کرنے کے لیے غلط راستوں اور طریقوں پر ابھارا جا سکے گا۔

2- پاکستان اور افغانستان

(i) روزِ اول سے مخاصمت رہی ہے۔

(ii) بھارت نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔

(iii) لہٰذا پاکستان کی مغربی سرحد غیر محفوظ رہی اور اسے محفوظ رکھنے کے لیے غیر معمولی افرادی و مالی وسائل کا بوجھ رہا۔

(iv) روس کا افغانستان پر بالواسطہ تسلط اور بعد ازاں بلاواسطہ قبضہ اور اس کے خلاف جہاد۔

(v) پاکستان نے امریکہ کی مدد سے اس میں بھرپور کردار ادا کیا۔

(vi) روس کے انخلاء کے بعد جہادی تنظیم کا آپس میں جنگ وجدل کا معاملہ۔

(vii) تحریکِ طالبان افغانستان کا آغاز اور ان کا افغانستان کے کم وبیش 90 فیصد علاقہ پر اسلامی حکومت/نفاذ شریعت۔

(viii) پاکستان کی تاریخ میں مغربی سرحد پہلی مرتبہ محفوظ۔

(ix) پاکستان بشمول سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے فوری طور پر تسلیم کیا۔

(x) مغربی دنیا کی مخالفت کے علی الرغم طالبان حکومت کو سپورٹ کیا۔

(xi) 9/11 کا واقعہ اور امریکہ و اتحادی ملکوں کا افغانستان پر چڑھ دوڑنا۔

(xii) پاکستان کا جلد بازی سے اس جنگ میں امریکہ کا اتحادی بننا اور افغان طالبان کی اسلامی حکومت گرانے کا سہرا اپنے سر باندھنا، اسلام اور ہمسائیگی کے اصولوں کے برعکس اور غیر دانشمندانہ فیصلہ

3- امریکہ کے صفِ اول کے اتحادی بننے کے نتائج

(i) امریکہ کی ایما پر پاکستان کی آزادی کے بعد قبائلی علاقوں اور حکومتِ پاکستان کے درمیان انگریزوں کے زمانے سے طے شدہ معاہدات کے برعکس پہلی مرتبہ پُر امن قبائلی علاقوں میں فوجی کارروائیاں۔

(ii) امریکہ کی جانب سے پاکستان کی حدود کے اندر ڈرون اور فضائیہ کے ذریعے حملے وتباہیوں کا جواب نہ دینا بلکہ مذمت کی بجائے انہیں اپنی کارروائیاں قرار دینا اور بڑھ چڑھ کر حصہ لینا۔

(iii) ان حالات میں قبائلی علاقوں کے غیور اور مسلح عوام کا چار گروہوں میں منقسم ہونا۔

(ا) دین وشریعت سے مخلص عناصر جو بنیادی طور پر طالبانِ افغانستان کے جہاد کی نصرت اور رسد میں مصروف اور فعال تھے۔

(ب) علاقے میں ظلم و بربادی پر پاکستان کی خاموشی بلکہ امریکہ کی پشت پناہی کے ردِعمل میں متاثرہ عناصر کا پاکستان اور پاک فوج کے خلاف برسرِ پیکار ہونا۔

(ج) امریکی، بھارتی اور افغانی ایجنسیوں کے باقاعدہ اہلکار جن کی پشت پناہی پاکستان میں بھی دہشت گردی کا باعث ہے۔

(د) ان علاقوں کی مسلح تنظیم میں پاکستانی ایجنسیوں کا اثر رسوخ، دخل اور ان میں اپنے افراد بھی داخل کیے گئے۔

ان میں (ب) (ج) اور (د) کے افراد و اہلکار TTP کے تحت منظم ہوئے۔

(iv) قبائلی علاقوں میں حالات کی پیچیدگی اور پاکستان کی غیر واضح بلکہ دوہری پالیسی کی وجہ سے اس تاثر کا ابھرنا کہ ''دہشت گردی کے پیچھے وردی ہے''۔

(v) نتیجتاً پاکستان کے نہ صرف سرحدی بلکہ شہری علاقوں میں دہشت گردی کے واقعات کا بڑھنا و پھیلنا

4- افغان طالبان کا دوسرا دورِ حکومت

(i) نائن الیون کے ڈراما کے بعد 7 اکتوبر 2001ء کو امریکہ اور اس کے کم وبیش 40 اتحادی ممالک نے افغانستان پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں افغان طالبان نے کابل میں اپنی حکومت چھوڑ کر پہاڑوں اور غاروں میں فوجی حکمت عملی کے تحت پسپائی اختیار کی۔

(ii) اس دوران ملا عمرؒ کے زیر قیادت افغان طالبان نے امریکہ اور نیٹو کی افواج کے خلاف گوریلا جنگ لڑی، جس میں کئی نشیب وفراز آئے۔ بالآخر 15 اگست 2021ء کو امریکہ ہزیمت ناک شکست کھا کر افغانستان بدر ہوا۔

(iii) 15 اگست 2021ء کو امریکہ نے افغانستان سے انخلاء کیا اور افغان طالبان کے زیر قیادت امارتِ اسلامیہ افغانستان کو ایک مرتبہ پھر فعال کیا گیا۔

(iv) اس 20 سالہ جہاد میں جہاں پاکستان نے افغان طالبان کے خلاف امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی مدد کی اور لاکھوں افغانوں کی شہادت کا ذمہ دار رہا، وہیں افغان طالبان اور اُن کے حمایتیوں کی پشت پناہی بھی کی۔ امریکہ بھی پاکستان پر افغانستان کے معاملے میں ڈبل گیم کرنے کا الزام لگاتا رہا۔

(v) بہر حال، امارت اسلامیہ افغانستان کے دوبارہ قیام کے بعد اس بات کی امید تھی کہ پاکستان کی مغربی سرحد ایک مرتبہ پھر افغان طالبان کے پہلے دورِ حکومت کی طرح محفوظ ہو جائے گی۔

(vi) لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہوسکا۔ خود افغانستان میں بھی دہشت گردی کی کارروائیاں ہوتی رہیں جن میں طالبان افغانستان کے اہم ذمہ داران بھی شہید ہوئے۔ مزید براں سرحدی علاقوں میں دونوں ممالک کے مابین بننے والی باڑ کو جگہ جگہ سے کاٹ کر پاکستان کی سرزمین میں بھی دہشت گردی کی وارداتیں ہوتی رہیں۔

(vii) اس کے باوجود کہ افغان طالبان نے ٹی ٹی پی اور حکومتِ پاکستان کے مابین مذاکرات میں ثالث کا کردار ادا کیا، بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ پاکستان سے جید

علماء کرام کے کئی وفود بھی افغانستان گئے اور معاملات کو سلجھانے کی کوشش کی لیکن اس کا بھی کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلا۔ مزید براں دوحہ معاہدے میں یہ شق بھی موجود تھی کہ امارتِ اسلامیہ افغانستان کی سرزمین کو دیگر ممالک میں دہشت گردی کے لیے استعمال نہیں کرنے دیا جائے گا۔

5- ہمارا موقف

(i) دہشت گردی یعنی عوام الناس میں قتل و غارت کے ذریعے خوف و ہراس پھیلانے کے قطعاً خلاف ہیں اور اس کی پُرزور مذمت کرتے ہیں۔

(ii) ہم پاکستان میں دہشت گردی کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف واضح ثبوت کے ساتھ خفیہ نہیں بلکہ کھلی عدالتوں میں قانونی کارروائی اور قانون کے مطابق بیخ کنی کا اہتمام۔

(iii) پاکستان کو موجود حالات تک پہنچانے کے عوامل کا غیر جانبدارانہ جائزہ و تشخیص، زیادتیوں کے ازالے اور انہیں دور کرنے کے لیے عملی اقدامات کا اہتمام۔

(iv) ہم دستورِ پاکستان میں اسلامی شقات کو مؤثر بنانے اور ان کے نفاذ کے لیے دعوت، تربیت اور احتجاجی منہج کے قائل ہیں۔

6- حکومتِ پاکستان کو مشورے

(i) افغانستان کی اسلامی حکومت کو تسلیم کرنا اور ان کے ساتھ تمام سفارتی و تجارتی تعلقات وغیرہ بحال کرنا۔

(ii) اسرائیل، بھارت اور امریکہ کے ابلیسی اتحادِ ثلاثہ کی اسلام دشمنی سے چوکنا رہتے ہوئے احادیث مبارکہ میں بیان کئے گئے مستقبل کے خراسان کے کردار اور اسلامی برادری و ہمسائیگی کے حقوق کو پیشِ نظر رکھ کر افغانستان کے خلاف عسکری کارروائیوں کے بجائے مذاکرات کے ذریعہ تعلقات استوار کرنے کی کوشش کرنا۔

(iii) ماضی کی تلخ باتوں کو فراموش کر کے وسعتِ قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا۔

(iv) قیادت اور ذمہ داران کی طرف سے اشتعال انگیز بیانات سے اجتناب کرنا۔

(v) افغانستان میں موجود پاکستان دوست افراد کے ذریعہ تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا۔

(vi) بھارت اور امریکہ کا واضح گٹھ جوڑ اور پاکستان سے دشمنی اور اس کے خلاف ریشہ دوانیوں کے مؤثر توڑ کے لیے افغانستان کی اسلامی حکومت کے ساتھ عسکری/ دفاعی اتحاد کا عملی اہتمام کرنا۔

(vii) امریکہ کی بالفعل غلامی سے نجات اور آزادانہ خارجہ پالیسی اختیار کرنا۔

(viii) پاکستان میں اسلامی اقدار اور رواج کو فروغ دینا۔

(ix) شریعتِ اسلامی کے عملی نفاذ کا اہتمام کرنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا اسلامی فریضہ سرانجام دینا۔

(x) خصوصاً معیشت کو سود سے پاک کرنا اور اسے اسلامی خطوط پر استوار کرنا۔

(xi) فحاشی، عریانی / بے پردگی کا خاتمہ و مخلوط تعلیم و معاشرت پر پابندی۔

(xii) ذرائع ابلاغ / میڈیا اور اجتماعی محافل کو اسلامی اقدار کے تحت لانا۔

درج بالا اقدامات ایک طرف پاکستان کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت کا راستہ ہموار کریں گے تو دوسری جانب افغان طالبان کو بھی مضبوط کرنے نیز پاکستان میں اسلام کے نام پر تشدد یا عسکری منہج اختیار کرنے والوں (مثلاً داعش اور TTP) کے جواز کے خاتمہ کا باعث ہوں گے۔

(xiii) مزید براں پاکستان کے قبائلی علاقہ جات اور قبائلی عوام کی حق تلفیوں اور زیادتیوں کا ادراک و اعتراف اور ان کے ازالہ کے لیے اعلانیہ، واضح اور حقیقی اقدامات کا اہتمام کرنا۔ اس سے PTM کے وجود کا جواز ختم ہو سکے گا۔

(xiv) اسی طرز کے اقدامات کی وجہ سے پاکستان کے تمام متاثرہ علاقے مثلاً بلوچستان، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر کے متاثرہ عوام کے احساسِ محرومی کا ازالہ بھی ہوجائے گا اور دشمنان پاکستان کی شورش پھیلانے کی گنجائش ختم ہوجائے گی۔ ان شاء اللہ!

7- امارتِ اسلامیہ افغانستان کو مشورے

(i) دوحہ معاہدے میں جن شرائط پر دستخط کیے گئے تھے اور اُن پر عمل درآمد کا وعدہ کیا تھا، اُن سے پہلو تہی نہ کی جائے۔ امارتِ اسلامیہ افغانستان کی سرزمین کو کسی دوسرے ملک کے خلاف استعمال نہ ہونے دیا جائے۔ اگر خود معاہدے کی اس خلاف ورزی کو روکنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، تو ہمسایہ مسلم ممالک کے ساتھ مل کر شرپسندوں کا مکمل خاتمہ کیا جائے۔

(ii) اسلامی برادری اور ہمسائیگی کے حقوق کو پیشِ نظر رکھ کر پاکستان سے بہتر تعلقات استوار کرنے کی کوشش کرنا۔

(iii) قیادت اور ذمہ داران اشتعال انگیز بیانات سے اجتناب کریں۔

(iv) اسرائیل، بھارت اور امریکہ کے ابلیسی اتحادِ ثلاثہ کی اسلام دشمنی سے چوکنا رہا جائے۔

(v) بھارت جیسے اسلام اور مسلمان دشمن ملک کی طرف جھکاؤ سے اجتناب کیا جائے۔

(vi) دہشت گردی میں ملوث افراد اور جتھوں سے اعلانیہ برأت کی پالیسی کو اختیار کیا جائے۔

(vii) ماضی کی تلخ باتوں کو فراموش کر کے وسعتِ قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا۔

(viii) مستقبل کے منظرنامہ میں خراسان کے خطہ کا اہم کردار ہے۔ اس خطہ کا اصل جوہر افغانستان ہے۔ لیکن جس خراسان کا ذکر احادیث مبارکہ میں آیا ہے اُس میں پورے افغانستان کے ساتھ کچھ حصہ ایران اور پاکستان کا اور کچھ علاقے ترکمانستان اور ازبکستان کے بھی شامل ہیں۔ امارتِ اسلامیہ افغانستان ان ممالک سے اپنے تعلقات کو بہتر بنائے۔

❀❀❀

دعائے مغفرت — إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ حلقہ کراچی جنوبی، سوسائٹی تنظیم کے ناظم تربیت ڈاکٹر جاوید ظفر وفات پا گئے۔

برائے تعزیت، بیٹا: 0303-2865630

☆ حلقہ فیصل آباد کے ملتزم رفیق محترم رانا عبد الشکور وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-6626827

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور شہر کے ملتزم رفیق محترم خالد جمیل کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0321-9023865

☆ حلقہ کراچی وسطی، راشد منہاس جوہر 1 کے رفیق محترم انعام اللہ شیرازی کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0333-2258285

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلشن جمال کے ناظم مالیات محترم خلیل ساجد سیال کی کم سن بیٹی وفات پا گئی۔

برائے تعزیت: 0302-2953766

☆ حلقہ کراچی وسطی، قرآن مرکز جوہر 2 کے رفیق محترم متین عزیز کے چھوٹے بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0324-2277981

☆ حلقہ ملاکنڈ کے سابق نائب ناظم اعلیٰ محترم گل رحمٰن کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-9113017

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

قرآن حکیم اور ہم

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

یہ امیر محترم کے 25 مارچ 2022ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص ہے۔ چونکہ رمضان المبارک کی آمد آمد ہے۔ موضوع کی خصوصی اہمیت کے پیش نظر قند مکرر کے طور پر شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

رمضان کی آمد آمد ہے اس لیے ''قرآن حکیم اور ہم'' کے موضوع پر گفتگو کرتے ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۵﴾

''اور آپ تذکیر کرتے رہیے' کیونکہ یہ تذکیر اہل ایمان کے لیے بہت فائدہ مند ہے۔''(الذاریات:55)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کو چھوڑ نہیں دیا کہ جو مرضی ہے کرے بلکہ اس کو ایک مکمل نظام بھی دیا ہے تاکہ اس کے مطابق زندگی گزار کر آخرت کی دائمی زندگی میں سرخرو ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ قرآن مجید کا نزول فرمایا تاکہ ہم اس کا مطالعہ کر کے اُخروی نجات کے تقاضوں کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ان کے مطابق زندگی گزاریں۔ فرمایا:

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝۱۳﴾ ''یہ (قرآن) قولِ فیصل ہے۔''
﴿وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝۱۴﴾ ''اور یہ کوئی ہنسی مذاق نہیں ہے۔''(الطارق)

یعنی یہ قرآن ہمارے لیے زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔ یہ ایسی شے نہیں ہے کہ جس کو نظر انداز کر دیا جائے، پس پشت ڈال دیا جائے، جس کے لیے دل میں کوئی طلب نہ ہو، تڑپ نہ ہو، محنتیں نہ کی جائیں یا جس کے لیے وقت نہ نکالا جائے، بلکہ یہ ایک فیصلہ کن کلام ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے سے کچھ قوموں کو بامِ عروج تک پہنچائے گا اور اس کو ترک کرنے کے باعث کچھ کو ذلیل وخوار کر دے گا۔''

اقبال نے اسی کی ترجمانی کی کہ ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

یعنی اس امت کے زوال کی وجہ قرآن حکیم کو پس پشت ڈال دینا ہے۔ یہ اصول فرعون، نمرود، قارون کے لیے بیان نہیں ہورہا بلکہ یہ اللہ کو ماننے والوں کے لیے بیان ہو رہا ہے۔ یعنی اللہ کو ماننے والے اللہ کی ماننے پر آئیں گے تو اللہ انہیں دنیا میں بھی عروج دے گا بلکہ حدیث کا مفہوم ہے کہ دنیا کو ذلیل کر کے ان کے قدموں میں ڈالے گا۔ لیکن سب سے بڑا مسئلہ آخرت کا ہے اور اس حوالے سے بھی یہ فیصلہ کن کلام ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿القرآن حجة لک او علیک﴾ (صحیح مسلم) ''قرآن تیرے حق میں حجت ہے یا تیرے خلاف حجت ہے۔''

میں اور آپ تنہائی میں سوچیں کہ آج ہمارا قرآن کے ساتھ کیسا تعلق ہے؟ کیا ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کل یہ ہمارے حق میں سفارش کرنے والا ہوگا؟ اگر ایسا ہے تو الحمدللہ! لیکن اس پر بھی شکر کریں کہ ابھی مہلت عمل باقی ہے۔ نہ معلوم کب بلاوا آجائے۔

اب سوال یہ ہے کہ قرآن کے ساتھ ہمارا تعلق کس طرح مضبوط ہوگا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے کتابچے: ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔ اس میں انہوں نے پانچ حقوق بیان فرمائے:

1۔ قرآن پر ایمان صرف زبانی ہی نہیں بلکہ دل سے بھی تصدیق کا ہونا ضروری ہے۔
2۔ اس کی باقاعدہ تلاوت کی جائے۔
3۔ اس کو سمجھنے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔
4۔ اس کے احکام پر عمل کیا جائے اور اجتماعی زندگی میں بھی ان کے نفاذ کی کوشش کی جائے۔
5۔ اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔

اگر ہم قرآن مجید کے یہ حقوق ادا کرنے کی کوشش کریں تو اس کے ساتھ ہمارا تعلق مضبوط ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے بارے میں فرمایا:

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ﴾ (الحشر:21)

''اگر ہم اس قرآن کو اُتار دیتے کسی پہاڑ پر تو تم دیکھتے کہ وہ دب جاتا اور پھٹ جاتا اللہ کے خوف سے۔''

یہ پہاڑوں کو ہلا دینے والا کلام ہے۔ ذرا غور کیجیے کہ کیا مرتبہ ہوگا محمد مصطفی ﷺ کے قلب اطہر کا جس کو رب عظیم نے اس پُروقار اور پُرجلال کلام کے نزول کے لیے تیار کیا۔ کیا ہمیں اندازہ ہے کہ یہ کس قدر عظیم کلام ہے؟ کیا ہم اس پر توجہ دیتے ہیں؟ جب ہم نماز میں کھڑے ہوں اور امام تلاوت کر رہا ہو تو ہمیں فکر ہوتی ہے کہ ہم سے کیا کہا جارہا ہے؟ ہماری عظیم اکثریت کو پتا ہی نہیں ہوتا کہ قرآن کیا کہہ رہا ہے۔ الاماشاء اللہ! وہ لوگ جن کو قرآن حکیم کی زبان کو سیکھنے کا موقع ملا، جن کو قرآن حکیم کی محافل میں شرکت کا موقع ملا، جن کو فہم قرآن کے کورسز میں جانے کا موقع ملا، اُن کو کسی قدر اندازہ ہوگا۔ لیکن عظیم اکثریت ایسی ہے جس نے کبھی قرآن مجید کو ترجمے کے ساتھ مکمل نہیں پڑھا ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ ہمارے شہروں سے لوگ آکسفورڈ میں جاکر انگلش زبان میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں، بلکہ اتنا پڑھ لیا ہے کہ جاکے ناسا میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں، اسی طرح ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں لیکن اللہ کی کتاب کے حوالے سے کبھی رونگٹے کھڑے ہوئے، کبھی دل کی دھڑکن بھی تیز ہوئی ہے؟ یہ سوچنے کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کی عظمت ہمارے دلوں میں بٹھائے۔ یہ کتاب ہدایت ہے اس کا بنیادی تعارف کیا ہے:

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲﴾ (البقرة) ''پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔''

﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ (البقرة:185) ''لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔''

﴿يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾ (بنی اسرائیل: 9) ’’یہ سب سے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔‘‘

﴿لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ (ابراہیم: 1) ’’لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتے ہیں۔‘‘

مگر آج ہماری اکثریت ثواب کے لیے بھی قرآن کو نہیں پڑھتی بلکہ ایصال ثواب کے لیے پڑھتی ہے۔ اب تو قرآن خوانی کا پیٹرن تبدیل ہوگیا ہے۔ آن لائن قرآن خوانی ہورہی ہے کہ قرآن کے اتنے پارے پڑھ کر رکھے ہوئے ہیں اتنا پیسے دیں اور قرآن کا ثواب لے لیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! یہ قرآن کے ساتھ کیا مذاق ہو رہا ہے؟ دنیا کی کسی تحریر کا متن بغیر سمجھے کوئی نہیں پڑھتا لیکن کیا اللہ کا کلام ہی رہ گیا ہے جو بغیر سمجھے پڑھے جا رہے ہیں؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ بغیر سمجھے بھی قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ اگر کوئی قرآن کو محبت سے سینے سے لگائے گا تو اس کا بھی اجر پائے گا۔ لیکن قرآن صرف ادب اور ثواب پہنچانے کے لیے نہیں آیا بلکہ یہ قرآن ہدایت کے لیے آیا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’جب میں رب سے کلام کرنا چاہتا ہوں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور جب میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھ سے کلام کرے تو میں قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہوں۔‘‘

قرآن کہتا ہے اللہ کی یہ کتاب ہمارے لیے نازل ہوئی ہے:

﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰﴾ (الانبیاء) ’’(اے لوگو!) اب ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب نازل کردی ہے، اس میں تمہارا ذکر ہے۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟‘‘

ذکر کا ایک مفہوم شرف، عزت یا وقار ہے لیکن یہاں کہا گیا کہ اس میں تمہارا ذکر موجود ہے۔ سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں: ’’ہمارے اسلاف قرآن حکیم کو ایک آئینے کے طور پر لیتے تھے۔‘‘

میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ آپ آٹھ دس رکوع قرآن کے ترجمہ کے ساتھ تلاوت کریں تو کوئی ایک نکتہ ضرور آپ کو ملے گا جو آپ سے متعلق ہوگا۔ جیسے فرمایا:

’’اور فیصلہ کر دیا ہے آپؐ کے رب نے کہ مت عبادت کرو کسی کی سوائے اُس کے، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر پہنچ جائیں تمہارے پاس بڑھاپے کو ان میں سے کوئی ایک یا دونوں، تو انہیں اُف تک مت کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے بات کرو نرمی کے ساتھ۔‘‘ (بنی اسرائیل: 23)

یعنی ہلکی سی ناگواری کا صدور بھی تمہارے رویے اور وجود میں نہیں ہونا چاہیے۔ ذرا سوچیں! اگر ہم قرآن کو سمجھ کر پڑھیں گے تو کیا یہ آیات پڑھتے ہوئے ہمیں احساس نہیں ہوگا کہ ہم والدین کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں؟ لیکن بغیر سمجھے پڑھنے سے ہم یہ مس کر رہے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید میں فرمایا:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ﴾ (آل عمران: 185)

’’ہر ذی نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ تو قیامت ہی کے دن دیا جائے گا۔‘‘

آج ہم ان ہدایات کو مس کر رہے ہیں اسی لیے معاشرے کا یہ حال ہے اور جس کتاب سے ہدایت لے کر انفرادی اور اجتماعی زندگی کو سنوارنا تھا اُس کتاب کو ہم نے محض ثواب کے لیے رکھا ہوا ہے۔ قرآن مجید کے نسخے مسجدوں میں رکھوا دیے یا اس کے سائے میں بیٹی کو رخصت کر دیا۔ حالانکہ قرآن کو نہ بیٹی کھولتی ہے نہ اس کے ماں باپ کھولتے ہیں کہ اس میں لکھا کیا ہے؟ کیا یہ قرآن شکایت لے کر کھڑا نہیں ہوگا؟ کیا صاحب قرآن ﷺ شکایت لے کر کھڑے نہیں ہوں گے؟ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝۳۰﴾ (الفرقان) ’’اور رسولؐ نے کہا (یا رسول کہے گا): اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز بنا دیا۔‘‘

چھوڑ دیا کا مطلب ہے کہ نہ تلاوت کر رہے ہیں، نہ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں، نہ اس کو اللہ کی سب سے بڑی نعمت سمجھ کر اپنے شب و روز میں اس سے ہدایت حاصل کر رہے ہیں، نہ اس کے احکامات پر عمل کا لحاظ ہے اور نہ اس کے نفاذ کی کوشش ہے۔ نہ ختم نبوت کے بعد اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کی فکر ہے۔ اگر آج یہ فکر نہیں ہے اور اس کے باوجود ہم حضور ﷺ کی شفاعت کی تمنا بھی رکھتے ہیں اور دعا بھی کرتے ہیں تو سوچیے! اگر حضور ﷺ شکایت لے کر کھڑے ہو جائیں تو کوئی ہمیں بچا سکے گا؟ اس حوالے سے ہمیں سوچنا چاہیے۔

کیا خوب بات ہو کہ اگر ہمارے نظام تعلیم میں قرآن حکیم باقاعدہ ایک سلیبس کے طور پر موجود ہو۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ ذرا وسیع تر بات کرتے تھے کہ اجتماعی سطح پر یونیورسٹیز کے لیول پر قرآن ایک مین کتاب کے طور پر پڑھائی جائے۔ باقی علوم کو ثانوی درجے میں رکھا جائے۔ لیکن ہم نے دوسرے علوم کا جتنا بھاری سلیبس بچوں پر لادا ہوا ہے اتنا ہی معاشرے میں اخلاق، حیا اور اعمال کا جنازہ نکل رہا ہے۔ جتنا بڑا تعلیم یافتہ ہے اتنا بڑا وہ فراڈ بھی کر رہا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ہم نے تعلیم میں سے رب کو نکال دیا ہے۔ جبکہ قرآن کے نزول کی ابتدا ہی اس حکم پر ہوئی تھی:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝۱﴾ (العلق)

’’پڑھیے اپنے اُس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔‘‘

اب پاکستان میں اس حوالے سے کچھ خوش آئند فیصلے بھی ہوئے ہیں۔ 2017ء کے آفیشل گزٹ میں ایک پوری سکیم آف سٹڈیز دی گئیں کہ پہلی سے پانچویں تک ناظرہ پڑھایا جانا چاہیے اور چھٹی سے بارہویں کلاس تک ترجمہ پڑھایا جانا چاہیے۔ کے پی کے کی پچھلی حکومت نے اس حوالے سے سرکاری سکولوں میں کوشش شروع کر دی۔ الحمدللہ! اس دور حکومت میں بھی پنجاب میں طے ہوا ہے کہ چھٹی سے بارہویں تک ترجمہ قرآن پڑھایا جائے گا اور کوشش ہورہی ہے کہ وہ لازمی مضمون کے طور پر ہو جس کا 50 نمبروں کا امتحان بھی ہونا چاہیے۔ یہ مثبت اقدام ہیں جن کی ہمیں حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

مزید خوش آئند بات یہ ہے کہ پچھلی وفاقی حکومت کے تحت تمام مکاتب فکر کے علماء کی ایک کمیٹی ’’اتحاد تنظیمات مدارس‘‘ بنی تھی۔ اس میں پانچ بڑے وفاق المدارس (دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث، جماعت اسلامی اور اہل تشیع) کے علماء شامل ہیں۔ اس کمیٹی نے علم فاؤنڈیشن کا مرتب کیا ہوا قرآن مجید کا ایک سلیبس متفقہ طور پر منظور کر لیا ہے۔ علم فاؤنڈیشن کراچی میں ایک ادارہ ہے جس کے ساتھ میں بھی منسلک ہوں اور وہ 2009ء اس سلیبس پر کام کر رہا ہے جس میں قرآن حکیم کا ترجمہ، کچھ تشریح، مشقیں، سورتوں کے تعارف اور اسباق شامل ہیں۔ قرآن حکیم کا یہ سلیبس سات حصوں پر مشتمل ہے۔ الحمدللہ علم فاؤنڈیشن کی طرف سے مجھے بھی اس سلیبس کی تیاری میں سعادت ملی اور تین سالوں کی محنت کے بعد وفاق المدارس کا اس سلیبس پر اتفاق ہوگیا اور 28 جنوری 2020ء کو سب نے سائن کر دیے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتیں اس قرآن کو ایک لازمی مضمون کے

طور پر سلیبس میں شامل کریں۔ اس وقت پاکستان میں ساڑھے پانچ کروڑ بچے سکولوں میں جاتے ہیں اور ڈیڑھ کروڑ سکولوں سے باہر ہیں۔ اگر یہ سات کروڑ بچے سکولوں اور کالجز میں قرآن مجید کو ترجمہ کے ساتھ اور مشقوں کے ساتھ پڑھیں گے تو سوچ لیں کہ دس سال کے بعد ہمارے پاس کون سی نسل ہوگی۔ آپ کو چاہیے اس بات کو عام کریں۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ اس میں سے خیر برآمد کرے۔ بہت سے لوگ ہوں گے جن کے اپنے سکولز ہوں گے وہ بھی اس کو عمل میں لا سکتے ہیں۔

اسمبلی ہر سکول میں ہوتی ہے لاکھوں بچے اسمبلی میں کھڑے ہوتے ہیں۔ بعض سکولوں میں یہاں تک ہوا کہ ایک طالب علم نے تلاوت کرنی ہے دوسرے نے ترجمہ کرنا ہے اور ایک استاد نے آکر ان آیات کی تشریح بیان کرنی ہے۔ میں کراچی میں ایسے سکولز کو جانتا ہوں جن میں دو سالوں میں 17، 18 پاروں کی تکمیل ہو چکی ہے۔ بلکہ ایک جگہ تو پورا قرآن مکمل ہو چکا ہے اور دوبارہ سلسلہ شروع کیا گیا۔ اس کے علاوہ پرائیویٹ اداروں میں یہ کام ہو رہا ہے۔ یہ ممکن ہے، کیا جا سکتا ہے۔

میری اگلی گزارش گھروں کے اعتبار سے ہے۔ ہمارے گھروں کو قرآن پاک کا مرکز ہونا چاہیے۔ ایک دور تھا کہ گھروں میں قرآن پاک کی تلاوت سے پہلے ناشتہ نہیں ملتا تھا۔ آج یہ ہو رہا ہے کہ بچہ کارٹون نہ دیکھے تو اس کی آنکھ نہیں کھلتی یا ورکر صبح گانا نہ سنے تو اس وقت تک اس کے ہاتھ نہیں چلتے۔ حالانکہ گھر تو ہمارے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ استاد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے ان کو پاکستان سے زیادہ باہر لوگ سن رہے ہیں۔ باہر کے لوگوں نے تو یہاں تک ترتیب بنا رکھی ہے کہ اتوار کو دو چار گھرانوں کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور مل کر ڈاکٹر صاحب کو سن رہے ہیں۔ یہ ترتیب بھی ہو سکتی ہے۔ اگر کسی کا کسی دوسرے عالم پر اعتماد ہے، ان کو پسند کرتا ہے تو ان کا ترجمہ تشریح پڑھ لے لیکن قرآن سے اپنے آپ کو ضرور جوڑے۔ ہم نے دنیا جہاں کا ٹیکسٹ اپنے بچوں کو پڑھا لیا اور کوالیفائیڈ بنا لیا لیکن اللہ کی کتاب کو کتنا پڑھا ہے؟ یہاں میں بانی تنظیم اسلامی کا بیان القرآن تجویز کروں گا جو ڈاکٹر ذاکر نائیک کی درخواست پر 1988ء میں ریکارڈ ہوا۔ چنانچہ وہ پہلے کیبل پر چلتا تھا اب وہ سیٹلائٹ چینل پر چل رہا ہے۔ الحمدللہ۔ اللہ نے اس کو بڑا قبول فرمایا۔ اس کا دورانیہ 108 گھنٹے پر مشتمل ہے۔ روزانہ ایک گھنٹہ اگر سنیں تو تقریباً چار مہینے میں مکمل ہو جائے گا۔ روزانہ تقریباً 15 منٹ سنیں تو ایک سال میں پورا قرآن آپ سن سکتے ہیں۔ میری تعلیم یافتہ لوگوں سے گزارش ہے کہ وہ اس کو ضرور سنیں۔ میں ذاتی طور پر ایسے گھرانوں اور اداروں کو جانتا ہوں جہاں پر یہ کام اجتماعی طور پر کیا جا رہا ہے اور ہو سکتا ہے۔ یوں اگر قرآن ہمارے گھرانوں میں آئے تو اللہ کی رحمتیں اور برکتیں بھی آئیں گی۔

رات کا قیام

الحمدللہ! ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 1984ء سے رمضان المبارک میں نماز تراویح کے ساتھ دورہ ترجمہ قرآن کا آغاز کیا تھا جس کو اللہ نے قبول عام فرمایا۔ یہ پروگرام اب پاکستان بھر میں کئی مقامات پر سینکڑوں کی تعداد میں ہو رہا ہے۔ آگے رمضان آ رہا ہے۔ یہ آپ کی ایک ماہ کی انوسٹمنٹ ہے۔ میں اپنا تاثر شیئر کرتا ہوں کہ ہم نے لوگوں کی زندگیاں بدلتی ہوئی دیکھی ہیں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ جہاں بھی یہ پروگرام ہو رہا ہے اس میں ضرور شامل ہو جائیں۔ ہمارے ساتھیوں سے رابطہ رکھیں۔ جو ریکارڈنگز دیکھنا چاہے وہ تنظیم کی ویب سائٹ پر دیکھ لے۔

ہم سب محمد ﷺ کے امتی ہیں اور اس امت نے بڑا کام کرنا ہے۔ پیٹ بھرنا، بچے پالنا، گھر بنانا یہ کام چرند پرند اور حیوان بھی کر لیتے ہیں۔ اس اُمت کو اللہ نے بڑے کام کے لیے پیدا کیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾ (الحج: 78) ”اُس نے تمہیں چن لیا ہے“

پہلے سوا لاکھ انبیاء و رسل کو چنا، نبی اکرم ﷺ کے بعد اب اس امت کو اللہ نے اس کام کے لیے چنا ہے۔ ختم نبوت کے بعد اب دین کو پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ اس دعوت کے کام کو بھی محمد مصطفی ﷺ نے قرآن مجید کے ذریعے انجام دیا۔ مکہ کے تیرہ برس تلوار نہیں چلی، قرآن کے ذریعے اسلام پھیلا۔ دعوت، تبلیغ، تذکیر اور تزکیہ، بشارت اور انذار کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن حکیم کو ذریعہ بنایا۔ ظاہر ہے ہم سیکھیں گے تو آگے پہنچائیں گے۔ ہم پہلے گزریں گے قرآن سے تو دوسروں کو گزاریں گے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔“ (الحدیث)

اللہ کا یہ کلام صرف تلاوت کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ یہ اقامت کا تقاضا کرتا ہے جس کے لیے رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تھے۔ آپ کا اُمتی ہونے کے ناطے ہمارا فرض صرف دعوت و تبلیغ ہی نہیں بلکہ قرآنی احکامات کو معاشرے میں نافذ کرنا بھی ہمارا فریضہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سب سے بڑے داعی تھے مگر ان کا خون طائف میں اور احد میں بہا ہے۔ آپ ﷺ کے گھر میں فاقے بھی آئے ہیں۔ آپؐ کے پیارے صحابہؓ شہید ہوئے ہیں۔ یہ سب آپ ﷺ نے برداشت کیا ہے اس عظیم قرآنی مشن کے لیے تاکہ معاشرے میں انصاف قائم ہو، اللہ کا نظام قائم ہو۔ ہم سب کے پیٹ بھرے ہوئے ہیں الحمدللہ! مگر جس کے پاس دو وقت کا کھانا نہیں ہے کیا وہ نارمل لائف گزار سکتا ہے؟ انسانیت کی فلاح اور معاشرے میں عدل و انصاف کے لیے قرآن کا نفاذ بھی ضروری ہے اور ختم نبوت کے بعد یہ ہم سب مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ یہ کام اکیلے نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے جماعت ضروری ہے۔ کسی بھی ایسی جماعت کے ساتھ کھڑے ہو جائیں جو منہج نبوی کے مطابق اقامت دین کی جدوجہد کر رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ہفت روزہ ”ندائے خلافت“

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب،

ایک علمی، دعوتی اور تربیتی رسالہ!

صرف آپ ہی کے زیرِ مطالعہ کیوں؟

وقت اور حالات کی اشد ضرورت ہے کہ اسے ایک مشن سمجھ کر واعظین و مربیین، تعلیمی اداروں، لائبریریوں، مکتبہ جات اور ہر گھر و فرد اور خاص طور پر الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر اپنے دوست، احباب اور اعزہ و اقرباء تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ ان شاء اللہ!

پاکستان اس دوقومی نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوا تھا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں، لہٰذا ہندوؤں کا تہوار بسنت منانا دوقومی نظریہ کی نفی ہے: رضاء الحق

بسنت کے تہوار کو کشمیریوں سے اظہارِ یکجہتی کے دن سے متصل کرنا کشمیری شہداء کے خون سے غداری ہے: ڈاکٹر فرید احمد پراچہ

بسنت اشرافیہ کا شوق ہے اور اس وجہ سے جب غریبوں کی جانیں جائیں گی تو کوئی پوچھنے والا بھی نہ ہوگا: قیصر احمد راجہ

”یوم یکجہتی کشمیر اور بسنت کا ہندوانہ تہوار“

پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف تجزیہ نگاروں اور دانشوروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: امریکہ اور اسرائیل غزہ کے مسلمانوں کی نسل کُشی کر رہے ہیں، دوسری طرف برادر اسلامی ملک ایران پر حملے کے لیے اس کا گھیراؤ کیا جارہا ہے، کراچی میں درجنوں لوگ جل کر خاکستر ہوگئے، بلوچستان میں BLA اور خیبر پختونخوا میں TTP کی دہشت گرد کارروائیاں جاری ہیں۔ ان حالات میں حکومت کی طرف سے بسنت جیسے خونی تہوار کی بحالی کیا معنی رکھتی ہے؟

قیصر احمد راجہ: میرے خیال میں اکیلے بسنت کے تہوار کو نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ یہ ریاست کی ایک حالیہ پالیسی کی توسیع ہے جس میں اور بھی بہت سی چیزیں شامل ہیں۔ کچھ لوگ اسے کلاسیکل رومن سکیم "Bread and Circuses" کے تناظر میں دیکھتے ہیں کہ جب بھی کوئی مسئلہ ہو تو لوگوں کو میلے ٹھیلوں پر لگا دو اور چیزیں تھوڑی سستی کردو۔ اس پر بات ہوسکتی ہے لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ پچھلے کچھ عرصے سے حکومتی سرپرستی میں میوزیکل کنسرٹس بھی ہو رہے ہیں، بے حیائی والے ڈرامے بھی دکھائے جا رہے ہیں۔ یہ مجموعی طور پر Hard State کے تصور کی عکاسی ہے۔ بلاشبہ ہماری اصل شناخت اسلامی ہے لیکن مقامی طور پر صدیوں سے کچھ چیزیں ثقافتی طور پر چلی آرہی ہیں۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ مقامی ثقافت کو اجاگر کرنے کی ایک کوشش ہے لیکن یہ بہت Bad Taste کا مظاہرہ ہے کیونکہ اس کی ٹائمنگ غلط ہے۔ ایک طرف آپ یوم یکجہتی کشمیر منا رہے ہیں اور دوسری طرف ہندوانہ تہوار منا رہے ہیں۔ بسنت کا یہ تہوار حکومت کی جانب سے سوشل انجینئرنگ کی ایک تحریک بھی ہوسکتی ہے کہ لوگوں میں باہمی تناؤ تھوڑا کم ہو، لوگ ریلکس ہوں اور برداشت اور ہم آہنگی بڑھے لیکن سوال یہ ہے کہ بسنت ہی کیوں؟ کسانوں اور زمینداروں کے کئی تہوار ہیں، نیزہ بازی، بیلوں کی دوڑ وغیرہ جیسے کئی کھیل بھی منائے جاسکتے تھے۔

رضاء الحق: پاکستان ایک نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوا تھا اور وہ دوقومی نظریہ ہے کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔ مسلمانوں کے اپنے تہوار ہیں اور وہ اسلامی تاریخ، روایات اور شعائر کے امین ہیں۔ جیسا کہ عیدالاضحیٰ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی عظیم قربانی کی یاد میں منائی جاتی ہے جس کا تعلق ہمارے عقائد اور مذہب

مرتب: محمد رفیق چودھری

سے ہے۔ اس کے برعکس لفظ ”تہوار“ سنسکرت کا ہے، اس کے معنی بھی عید ہیں لیکن اس کا پس منظر مشرکانہ اور غیر اسلامی ہے۔ لہٰذا اس کا منانا نظریہ پاکستان کے بھی خلاف ہے۔ پھر یہ کہ اس میں اخلاقیات، جان اور مال کے ضیاع کا عنصر بھی شامل ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق بسنت کے تہوار کا آغاز ایک ہندو طالب علم ”حقیقت رائے“ کی جانب سے نبی کریم ﷺ کی شان میں کی گئی گستاخی سے ہوا تھا۔ اسے اسلام قبول کرنے یا موت کی سزا کا آپشن دیا گیا تھا جس پر اس نے اسلام قبول نہیں کیا۔ ہندوؤں کے نزدیک وہ ایک قربانی تھی جس کی یاد میں یہ تہوار منایا جاتا ہے۔ اگر یہ کہانی درست نہ بھی ہو تب بھی بسنت ایک ثابت شدہ ہندو رسم ہے جس کا ذکر ہندو لٹریچر میں بکثرت موجود ہے۔ لہٰذا اس کا منانا اسلام اور نظریہ پاکستان کے منافی ہے۔

سوال: ایک طرف 5 فروری کو کشمیریوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کے لیے یوم یکجہتی کشمیر کا دن منایا جارہا ہے اور دوسری طرف کشمیریوں کی نسل کشی کرنے والے ہندوؤں کی ثقافت اور روایت کو زندہ کرنے کے لیے بسنت کا تہوار منانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: آپ کا سوال بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ بالکل یہ کھلا تضاد ہے۔ 5 فروری کا دن 36 سال سے یوم یکجہتی کشمیر کے طور پر منایا جارہا ہے۔ سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان قاضی حسین احمد صاحب کا یہ صدقہ جاریہ ہے۔ 1990ء میں انہوں نے یہ اپیل کی تھی، اس کے بعد حکومتیں بدلتی رہیں لیکن کوئی بھی حکومت یہ جسارت نہیں کرسکی کہ اس دن کو وہ بدل سکے۔ اس دن کشمیریوں کے حق میں تقاریب بھی منعقد ہوتی ہیں، تمام جماعتیں اور پوری قوم نکلتی مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں سے اظہار یکجہتی کے لیے نکلتی ہے۔ لیکن اب اس دن کو ثبوتاژ کرنے کے لیے اس کے ساتھ بسنت کا تہوار متصل کردیا گیا ہے۔ وہ کشمیری جن کا لہو پاکستان کے لیے بہہ رہا ہے، اُن کے گھروں پر پاکستانی پرچم لہراتے ہیں، وہ پاکستانی وقت کے مطابق اپنے گھڑیوں کا ٹائم سیٹ کرتے ہیں، وہ بھارت کا یوم آزادی یوم سیاہ کے طور پر اور پاکستان کا یوم آزادی یوم آزادی کے طور پر مناتے ہیں۔ انہوں نے پاکستان سے الحاق کے لیے اپنا ایک ناقابل ترمیم موقف اپنا رکھا ہے اور ان کے اس موقف کو دبانے کے لیے اُن پر 8 لاکھ ہندو فوج مسلط ہے جو ان کی نسل کُشی کر رہی ہے۔ بسنت کے اس تہوار سے اُن کشمیریوں کو کیا پیغام جائے گا؟ گویا ہم نے کشمیریوں سے اتحاد اور یکجہتی کے جذبے اور ولولے کو متنازعہ کردیا ہے۔ ہم

نے خونِ شہیداں میں ہندوانہ رسم کا مشرکانہ بسنتی رنگ ڈال دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے حکمرانوں نے دانستہ طور پر کشمیریوں کے لہو کے ساتھ بدعہدی کی ہے اور یہ انتہائی قبیح اقدام ہے۔ حکومت کو اپنے اس اقدام پر کشمیریوں سے اور پوری پاکستانی قوم سے بھی معذرت کرنی چاہیے اور آئندہ کے لیے بسنت کے تہوار پر مستقل پابندی عائد کرنے کا اعلان کرنا چاہیے۔

سوال: جب بسنت کی بات آتی ہے تو اسے تفریح، روایت اور ثقافت کہا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا کوئی بھی روایت یا ثقافت انسانی جان سے زیادہ قیمتی ہوسکتی ہے؟

رضاء الحق: ہمیں دو چیزوں کو الگ دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ایک وہ مشن ہے جس کے لیے شہادت پیش کی جاتی ہے۔ جیسا کہ حق و باطل کے معرکہ میں ایک مسلمان اپنی جان شہادت کے لیے پیش کرتا ہے۔ پھر ایک وہ تفریح ہوتی ہے جو صحت مند ہوتی ہے جیسے دوڑ یا کشتی میں حصہ لینا، گھڑ سواری، تیر اندازی کی مشقیں وغیرہ۔ اسلام صحت مند تفریح سے منع نہیں کرتا لیکن ایسے تہوار منانے سے منع کرتا ہے جس میں غیر مسلموں سے مشابہت ہو یا جس میں بے گناہ لوگوں کی جان و مال کا نقصان ہو اور اخلاقیات کا جنازہ نکل جائے۔

سوال: آج کل حکومتی اہلکار یہ کہتے ہیں کہ بسنت سے سیاحت کو فروغ ملے گا اور معیشت بحال ہوگی۔ وزیراعلیٰ صاحبہ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ لوگ ایسے خوش ہیں جیسے عید کا چاند نظر آ گیا ہو۔

قیصر احمد راجہ: معیشت اور سیاحت کے یہ دلائل انتہائی بودے ہیں، یہ صرف سپورٹنگ آرگومنٹس ہو سکتے ہیں، اس لیے پہلے ہمیں اصل آئیڈیا کو دیکھنا ہوگا کہ وہ ٹھیک ہے یا نہیں۔ اگر صرف پیسے کی بات ہے، تو پھر شراب خانوں، نائٹ کلبوں یا گوادر کو لاس ویگاس بنانے پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟۔ اگر صرف دولت کی تخلیق مقصد ہے تو ماضی میں بدکاری کے بازاروں سے بھی اکنامک ایکٹیویٹی جڑی ہوئی تھی اور کئی لوگوں کے کاروبار چلتے تھے۔ ان سب چیزوں کی اجازت ہم اس لیے نہیں دے سکتے کہ کاغذی طور پر ہی سہی ہم یہ طے کر چکے ہیں کہ پاکستانی معاشرہ اسلامی روایات پر قائم ہوگا۔ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا۔ ہمیں بسنت کو بھی اسی معیار پر پرکھنا ہوگا۔ اگر ہم یہ انتہائی مختلف نقطۂ نظر مان بھی لیں کہ اسلام میں ہر وہ چیز جائز ہے جسے کتاب وسنت نے حرام قرار نہیں دیا، تب بھی اسلام نے ہر چیز کے اصول رکھے ہیں۔ بسنت میں سے اگر ہم مردوزن کی ہلڑبازی، اسراف، موسیقی، بے حیائی اور اختلاط، دوسروں کی جان، مال کو لاحق خطرات نکال دیں جو کہ اسلامی اصولوں کے خلاف ہیں تو پیچھے صرف ایک نائیلون کی ڈور اور کاغذ کی پتنگ بچتی ہے۔

> **اسلام ایسے کسی کھیل، تفریح یا تہوار کی اجازت نہیں دیتا جس میں کھیل کوئی کھیل رہا ہو اور گلا کسی اور کا ناحق کٹ رہا ہو، دیواروں سے گر کر یا گاڑیوں کے نیچے آکر بچے جاں بحق ہو جائیں۔**

کیا اُس سے معیشت بحال ہوجائے گی؟ سوال اگر معیشت کا ہے تو سی آئی اے کے بجٹ کا بڑا حصہ منشیات کی اسمگلنگ سے آتا ہے، کیا اُسے بھی جائز مان لیا جائے؟

سوال: حکومت پنجاب جن قواعد وضوابط کے ساتھ بسنت منانے کی اجازت دے رہی ہے، کیا ان اقدامات سے سائیکل و موٹر سائیکل سواروں اور پیدل چلنے والے عوام کے گلے کٹنے سے محفوظ رہ سکیں گے؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: حکومت کی طرف دعوے کیے جا رہے ہیں کہ یہ بڑی محفوظ بسنت ہوگی، پورے اہتمام سے منائی جائے گی، حکومت نے کہا پتنگ وغیرہ یکم فروری سے بیچے جائیں گی لیکن وہ پہلے سے فروخت ہو رہی تھیں۔ دس دس ہزار کی پتنگیں فروخت ہو رہی ہیں۔ 25 سال پہلے عدالت نے اس تہوار پر پابندی لگائی تھی۔ اس لیے کہ 916 افراد کے گلے کٹے تھے۔ کھیل کوئی کھیل رہا ہے اور گلا کسی کا ناحق کٹ رہا ہے۔ اسی طرح چھتوں سے گر کے بچے جان بحق ہوتے ہیں، سڑکوں پر پتنگ کے پیچھے دوڑتے ہوئے گاڑیوں کے نیچے آجاتے ہیں۔ لاہور میں اندرون شہر میں پچاس پچاس لاکھ میں چھتیں کرائے پر لی جارہی ہیں۔ درحقیقت یہ سارے کھیل تماشے عوام کی توجہ اصل مسائل سے ہٹانے کے لیے ہو رہے ہیں کہ عوام بھول جائیں کہ غزہ میں کیا ہو رہا ہے، مہنگائی کتنی ہوگئی ہے، کرپشن کتنی ہو رہی ہے۔ ملک میں سودی نظام کی وجہ سے معاشی بحران کس قدر سنگین ہوگیا ہے۔

سوال: بسنت کے تہوار پر ہماری سپریم کورٹ کی طرف سے پابندی عائد کی گئی تھی۔ اگر یہ تہوار اتنا ہی اچھا ہے تو اس پر پابندی کیوں لگی اور اب حکومتی سرپرستی میں اسے بحال ہونا چاہیے یا پابندی برقرار رہنی چاہیے؟

رضاء الحق: سپریم کورٹ نے 5 اکتوبر 2005ء کو پتنگ بازی اور بسنت پر پابندی لگائی تھی کیونکہ انسانی جانوں کا ضیاع بہت زیادہ ہوگیا تھا۔ صرف اُس سال تقریباً 19 لوگ اس کی وجہ سے جان کی بازی ہار گئے تھے کیونکہ دھاگے کی جگہ کیمیکل، شیشے اور اسٹیل کی تار استعمال ہونی شروع ہوگئی تھی جو سائیکل اور موٹر سائیکل سواروں، حتیٰ کہ پیدل چلنے والوں کے خلاف تلوار کا کام کرتی تھی۔ یہ پابندی خالصتاً انسانی بنیادوں پر لگی تھی، جیسے ریڈ لائٹ کراس کرنے سے منع کیا جاتا ہے تاکہ ایکسیڈنٹ نہ ہوں۔ لیکن بسنت کو بحال کرنا ایک سوشل انجینئرنگ پروگرام کا حصہ ہے جو اشرافیہ کی جانب سے کیا جارہا ہے۔ وہ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں کہ تقسیم صرف ایک لکیر تھی، جس کے دونوں پار رہنے والے ایک ثقافت کے حامل ہیں۔ وہ بھی آلو گوشت کھاتے ہیں اور ہم بھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب عدالت کی جانب سے اس پر پابندی لگ چکی تھی تو اسے بحال کرنے کا کوئی جواز نہ تھا۔

سوال: حکومت بسنت کے لیے جو ایس او پیز اور رولز بنا رہی ہے، کیا ان کے ذریعے انسانی جانوں کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے؟

قیصر احمد راجہ: 2005ء اور آج کے لاہور میں بہت فرق ہے۔ آبادی اور موٹر سائیکلوں کی تعداد کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ کچھ موٹر سائیکل سواروں نے احتیاطی تدابیر اختیار کی ہیں لیکن بہت ساروں نے نہیں کیں، پھر سائیکل سوار اور پیدل چلنے والے لوگ بھی ہیں، کیا سب لوگ احتیاطی تدابیر اختیار کر سکتے ہیں؟ یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے آپ بلی کے آگے دودھ رکھ کر SOPs بنا دیں کہ اُس دودھ کی طرف دیکھنا بھی نہیں ہے۔ پھر یہ کہ اس ملک کی اشرافیہ سے تعلق رکھنے والے لوگ سڑکوں پر چلتے ہوئے عام لوگوں پر گاڑی چڑھا دیں تو ان کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں ہوسکتی۔ اگر اشرافیہ کا شوق بسنت منانا ہے اور اس وجہ سے لوگوں کی جانیں جائیں گی تو کیا اشرافیہ کے

خلاف کوئی کارروائی ہوگی؟ اشرافیہ تو رولز اور SOPs کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر پر رکھتی ہے۔

سوال: دینی نقطۂ نظر سے کسی مسلمان کا غیر اسلامی تہوار منانا کیسا ہے؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: دینی نقطۂ نظر تو بڑا واضح ہے۔ اسلام تفریح کی اجازت بھی دیتا ہے اور تفریح کے جائز مواقع بھی فراہم کرتا ہے، نبی اکرم ﷺ کے دور میں کشتیاں بھی ہوتی تھیں، تیراندازی، دوڑ اور تیراکی کے مقابلے بھی ہوتے تھے۔ اسلام صحت مند تفریح سے منع نہیں کرتا لیکن ساتھ ساتھ غیر مسلموں سے مشابہت اختیار کرنے اور ان کے غیر شرعی بلکہ بسنت جیسے مشرکانہ تہوار منانے سے منع بھی کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اُس وقت مدینہ میں پہلے سے ایک موسمی تہوار منایا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے منانے سے منع کیا اور فرمایا: کہ اللہ نے آپ لوگوں کو اس سے بہتر دو تہوار عطا کیے ہیں۔ ایک عیدالفطر اور دوسرا عیدالاضحیٰ۔ ایک رمضان کے بعد اظہارِ تشکر کے طور پر منایا جاتا ہے، اس میں خوشی بھی ہے، تبلیغ بھی ہے اور ایک دوسرے سے ملنا جلنا بھی ہے۔ اسی طرح عیدالاضحیٰ بھی خوشی کے طور پر منائی جاتی ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو سرخرو فرمایا تھا۔ لیکن دونوں تہواروں کا آغاز بھی اللہ کی بندگی سے ہوتا ہے، یعنی نمازِ عیدین کی ادائیگی سے اور اس کے ساتھ ساتھ مقصدیت اور سنت انبیاء کو بھی اجاگر کیا جاتا ہے۔ اسلامی تہواروں میں کسی بھی قسم کی بے ہودگی اور بے حیائی یا اسراف و تبذیر کی گنجائش نہیں رکھی گئی اور نہ ہی کوئی ایسا کام کرنے کی اجازت ہے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔ یہ کونسا تہوار ہے جس میں قوم کے کروڑوں روپے پتنگ اُڑانے پر خرچ کیے جاتے ہیں، ناچ گانا، بے ہودگی اور بے حیائی کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے؟ پھر کتنے لوگ ڈور پھرنے سے اپنی جان سے جاتے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ کئی جگہوں پر شراب و شباب کی محفلیں سجتی ہیں اور ہوائی فائرنگ ہوتی ہے۔ کتنے ہی لوگ ہوائی فائرنگ کی وجہ سے بھی جان سے جاتے ہیں۔ اسلام اس طرح کے کسی بھی تہوار کی اجازت قطعاً نہیں دیتا اور نہ ہی ایسا کوئی تہوار اسلامی معاشرے یا اسلامی تہذیب و افکار سے مطابقت رکھتا ہے۔

رضاء الحق: ہر تہوار جس نے اسلام کے سائے تلے جنم نہیں لیا ضروری نہیں کہ وہ غیر اسلامی ہو۔ اگر برف باری کے موسم میں لوگ شمالی علاقہ جات جاتے ہیں، یا گرمیوں میں سمندر کے کنارے جاتے ہیں اور یہ تفریح شرعی دائرے کے اندر ہو تو اسلام اس سے منع نہیں کرتا۔ قرآن مجید میں ذکر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد سے تقاضا کیا کہ یوسفؑ کو ہمارے ساتھ کھیل کود کے لیے بھیج دیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے منع نہیں کیا بلکہ جانے دیا۔ البتہ اسلام غیر شرعی چیزیں اور غیر مسلموں کے تہوار منانے سے منع کرتا ہے۔ اسلام کا اپنا ایک مزاج ہے جس کے مطابق کوئی بھی سرگرمی ہو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس کے خلاف اگر کوئی کام ہو تو اُس کی قطعاً اجازت نہیں۔ مثال کے طور پر عیسائی کرسمس مناتے ہیں۔ اسلام عیسائیوں کو کرسمس منانے سے منع نہیں کرتا لیکن مسلمانوں کے لیے جائز قرار نہیں دیتا کہ وہ کرسمس کے تہوار میں حصہ لیں یا ہندوؤں کی ہولی، دیوالی کے کیک کاٹیں اور بتوں کی پوجا پاٹ کا حصہ بنیں۔ اسلامی تہواروں میں متانت، سنجیدگی اور اللہ کا شکر ادا کرنے کا پہلو شامل ہوتا ہے، اس کے علاوہ ایسا بھی ہرگز نہیں ہوتا کہ عید کے دن نمازیں اور دیگر عبادات چھوڑ دی جائیں بلکہ عید کے دن بھی اپنے آپ کو اللہ کی فرمانبرداری میں رکھنا ہوتا ہے۔ جبکہ بسنت جو ہلڑ بازی، بے حیائی، اسراف اور بے ہودگی کا ملغوبہ ہے اُس کا اسلام کے مزاج کے ساتھ کوئی لینا دینا نہیں بلکہ اسلام میں یہ چیزیں حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ حکمرانوں اور عوام سب کو سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

> بسنت جیسے سارے کھیل تماشے عوام کی توجہ اصل مسائل سے ہٹانے کے لیے ہو رہے ہیں کہ عوام بھول جائیں کہ غزہ میں کیا ہو رہا ہے، مہنگائی کتنی ہوگئی ہے، کرپشن کتنی ہو رہی ہے؟

❀❀❀

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

پروگرام کے شرکاء کا تعارف

1۔ رضاء الحق: مرکزی ناظم نشرواشاعت و ترجمان تنظیم اسلامی پاکستان

2۔ ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: مشیر برائے سیاسی امور امیر جماعت اسلامی پاکستان

3۔ قیصر احمد راجہ: معروف دانشور، وی لاگر اور دینی و سماجی کارکن

میزبان: وسیم احمد: نائب ناظم مرکزی شعبہ نشرواشاعت تنظیم اسلامی پاکستان

قرآنِ حکیم کی فکری و عملی رہنمائی (آن لائن کورس)
محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بذاتِ خود مرتب اور بیان کردہ
قرآن حکیم کے منتخب نصاب پر مشتمل۔ الہدیٰ سیریز کے 44 آڈیو لیکچرز
Learning Management System
موبائل فون پر لیکچر سنیں۔ موبائل فون پر پیپر حل کریں۔ موبائل فون پر رزلٹ حاصل کریں
Sign up at: www.QuranAcademyLahore.com
Whatsapp: 03334470224
36-K Model Town Lahore مرکزی انجمن خدام القرآن

مسئلہ کشمیر کیوں حل نہ ہوا؟

ابوموسیٰ

اہلِ کشمیر اپنی آزادی کی تحریک اہلِ ہند کی 1857ء کی تحریکِ آزادی سے بھی پہلے شروع کر چکے تھے۔ اس لیے کہ جب انگریز نے کشمیر پر قبضہ کیا تو اُس نے کشمیریوں کے تحریکیت کے جذبہ کو سامنے رکھتے ہوئے کشمیر پر بالواسطہ قبضہ رکھنے کو ترجیح دی اور معاہدہ امرتسر کے تحت جموں وکشمیر کا پورا علاقہ، اُس کی تمام آبادی اور وسائل 75 لاکھ نانک شاہی سکوں کے عوض گلاب سنگھ ڈوگرہ کو فروخت کر دیئے۔ ڈوگرہ حکمران انگریزوں سے کہیں بڑھ کر مسلمانوں کے دشمن تھے۔ اُنہوں نے مساجد کو گھوڑوں کے اصطبل اور بارود خانوں میں بدل دیا یہاں تک کہ مسلمانوں کو اذان دینے اور جمعہ وعیدین کا خطبہ پڑھنے کی اجازت بھی نہ تھی، مسلمانوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرتے تھے۔ اُنہوں نے پونچھ کے مسلمان لیڈر سبز علی خان اور علی خان کی زندہ کھالیں اتار دیں جس سے اُنہوں نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ اس پر عوام میں شدید ردِعمل پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ مختلف تنظیمیں وجود میں آ گئیں۔ ان میں شیخ عبداللہ کی سری نگر میں ریڈنگ روم پارٹی بھی شامل تھی۔ 1931ء میں پہلی بار جموں میں کشمیر ڈے منایا گیا۔ اُن ہی دنوں پنجاب میں بھی ’’چلو چلو کشمیر چلو‘‘ کی صدائیں گونجنے لگیں جس پر انگریز حکومت نے مداخلت کی اور ڈوگرہ راج والوں کو اعتدال اختیار کرنے کو کہا۔

1947ء میں تقسیم ہند تک کشمیری تحریکوں کی سرگرمیوں کو راقم طوالت کے خوف سے ادھورا چھوڑ کر اس پر فوکس کرتا ہے کہ ہندوؤں کی جماعت آل انڈیا کانگرس اور مسلمانوں کی جماعت آل انڈیا مسلم لیگ نے تقسیم ہند کے موقع پر کشمیر کے حوالہ سے کیا پالیسی اختیار کی اور مسلم لیگ کی کن غلطیوں کی وجہ سے کشمیر پر بھارت قبضہ کرنے میں کامیاب ہوا جو آج تک قائم ہے۔ قائداعظم نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا۔ یہ موقف پاکستان کے تمام حکمرانوں نے اپنایا، لیکن بھارت آج تک ہماری شہ رگ پر قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ ہم اس قبضہ کو چھڑانے میں آج تک مکمل طور پر ناکام ہیں اور اب ہماری کشمیر کے حوالے سے جدوجہد 5 فروری کو یومِ کشمیر منانے تک محدود ہو گئی۔ اس روز ملک بھر میں تعطیل ہوتی ہے اور ہم ہندوستانی گانوں کی ریکارڈنگ سنتے ہوئے بسنت مناتے ہیں اور ’’بوکاٹا‘‘ کی صدائیں لگاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ریاست جموں وکشمیر کی دو تہائی آبادی مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ اس کی 600 میل لمبی سرحد پاکستان سے ملتی تھی ریاست کی واحد ریلوے لائن سیالکوٹ سے گزرتی تھی اور بیرونی دنیا کے ساتھ ڈاک اور تار کا نظام بھی پاکستان سے جڑا ہوا تھا۔ کشمیر سے نکلنے والے دریا ہی اُن علاقوں کو سیراب کرتے ہیں جو پاکستان میں ہیں اور بقول سابق امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد مرحوم ومغفور پاکستانیوں کو تو ہوائیں بھی کشمیر سے آتی ہیں۔ اب آیئے اس طرف کہ آل انڈیا مسلم لیگ اور پاکستان کے حکمرانوں سے کیا کیا غلطیاں سرزد ہوئیں کہ بھارت کو کشمیر پر قبضہ کرنے کا موقع میسر آ گیا اور صاف بات ہے اب ہم ’’کشمیر کو بھول جاؤ اور بُھلا دو‘‘ کے چکر میں ہیں۔ کوئی سیاسی یا مذہبی سیاسی جماعت کشمیر کی آزادی کو عام انتخابات کی مہم میں فوکس نہیں کرتی۔ یہ قصہ پارینہ بن چکا ہے اور اس حوالے سے ہمارا ماضی ہمارے لیے عذاب بن چکا ہے۔

کشمیر کے حوالے سے آل انڈیا مسلم لیگ نے جو ہمالائی غلطی کی وہ یہ تھی کہ 3 جون 1947ء کو تقسیم ہند کا جو فارمولا طے ہوا تھا کہ ہندوستان میں جن علاقوں میں مسلم آبادی زیادہ ہے، وہ پاکستان کا حصہ بنیں گے اور غیر مسلم آبادی والے علاقے بھارت کا حصہ بنیں گے۔ برصغیر کی تمام ریاستیں جہاں راجے اور مہاراجے انگریزوں کی سرپرستی میں اندرونی طور پر خود مختار تھے وہ ریاستیں اپنے جغرافیائی اور معاشرتی وسماجی حقائق کے پیشِ نظر اپنے عوام کی خواہشات کے مطابق بھارت یا پاکستان سے الحاق کر لیں لیکن آل انڈیا مسلم لیگ نے اصرار کیا کہ ریاستوں کے الحاق کا معاملہ عوام پر نہ چھوڑا جائے بلکہ یہ فیصلہ ریاستوں کے راجے اور مہاراجے کریں کہ اُنہوں نے پاکستان سے الحاق کرنا ہے یا بھارت سے۔

راقم کی رائے میں آل انڈیا مسلم لیگ کے بڑوں کی سوچ یہ تھی کہ نوزائیدہ ریاست پاکستان اپنے مالی معاملات کیسے چلا پائے گی اور حیدرآباد دکن چونکہ بڑی امیر ریاست ہے۔ وہاں کی اکثریتی آبادی غیر مسلم ہے لیکن راجہ مسلمان ہے اور آل انڈیا مسلم لیگ سے اچھے تعلقات رکھتا ہے لہٰذا حیدرآباد دکن کی دولت نئی ریاست پاکستان کے مالی مسائل حل کر سکے گی۔ کانگرس نے مسلم لیگ کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا۔ کشمیر کا راجہ ہندو تھا۔ کانگرس نے دعویٰ کیا کہ کشمیر کے راجہ نے بھارت سے الحاق کا فیصلہ کیا ہے، اس حوالہ سے بات ابھی واضح نہیں تھی۔ لیکن اکتوبر 1947ء میں بھارت نے اپنی افواج کشمیر میں داخل کر دیں اور بھارت کشمیر کے راجہ کے ساتھ الحاق کی دستاویزات سامنے لے آیا۔ پاکستان نے ان دستاویزات کو حقیقی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور قائداعظم نے پاکستان کی افواج کے کمانڈر چیف جنرل ڈگلس گریسی کو کشمیر پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن اُس نے حکم ماننے سے انکار کر دیا اور جواز یہ پیش کیا کہ میری تعیناتی تختِ برطانیہ نے کی تھی، میں اُن کے حکم کا پابند ہوں۔ بہرحال مسلم لیگ نے امیر ریاست حیدرآباد دکن لیتے لیتے کشمیر گنوا دیا۔ پھر یہ کہ ریاست دکن چاروں طرف سے بھارت میں گھیری ہوئی تھی اور آبادی بھی زیادہ غیر مسلم تھی، وہ کب تک پاکستان کے ساتھ جُڑی رہتی۔

11 ستمبر 1948ء کو قائداعظم وفات پا گئے اُسی روز بھارت نے حملہ کر کے حیدرآباد دکن پر قبضہ کر لیا اور پاکستان منہ دیکھتا رہ گیا۔ گویا پاکستان کا معاملہ یہ ہوا کہ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے۔ اب پاکستان کے حکمرانوں کی دوسری غلطی جان لیں جب ڈگلس گریسی نے کشمیر پر حملہ سے انکار کر دیا تو ہمارے قبائلی ایک طویل سفر طے کر کے کشمیر پر حملہ آور ہو گئے اُنہوں نے کشمیر کے بہت سے علاقوں سے بھارتی فوجیوں کو مار بھگایا اور مسلسل فتح یاب ہوتے ہوئے جموں وکشمیر کے ہوائی اڈے کے قریب پہنچ گئے۔ تب نہرو چیختا چلاتا سلامتی کونسل پہنچ گیا اور امن امن کی صدائیں دینے لگا۔ سلامتی کونسل نے جنگ بندی کرا دی اور مذاکرات کا جھانسہ دیا۔ ہم نے حماقتِ عظمیٰ کا ارتکاب کرتے ہوئے جنگ بندی تسلیم کر لی اور سلامتی کونسل نے کشمیریوں کے حق خودارادیت کو تسلیم کرتے ہوئے بھارت کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ بھارت پہلے تو ٹال مٹول کرتا رہا پھر عذر لنگ تراش کر اس فیصلے کو ماننے سے انکاری ہو گیا۔ بہرحال پاکستان کے حکمرانوں نے

قبائلیوں کی جان جوکھوں والی جدوجہد کو غارت کر دیا۔ اور وہ جنگ جو پاکستان قبائلیوں کی بدولت میدان میں جیت رہا تھا سفارتی میدان میں بری طرح ہار گیا۔

یاد رہے یہ وہی قبائلی ہیں جنہیں آج ہم غدار قرار دے رہے ہیں اور اُن پر طرح طرح کے الزام لگا رہے ہیں۔ یہ آزاد کشمیر اُن ہی ”غداروں“ کے طفیل ہمیں ملا تھا جس نے پاکستان کی جغرافیائی حیثیت کو انتہائی اہم کر دیا ہوا ہے۔ 1962ء کی ہندچینی جھڑپوں کے درمیان پاکستان نے تیسری انتہائی ہولناک غلطی کا ارتکاب کیا جب چین نے پاکستان کے اُس وقت کے فوجی حکمران ایوب خان کو پیغام دیا کہ بھارت نے چین سے جنگ کی وجہ سے اپنی تمام افواج کشمیر سے نکال لی ہیں اس لیے پاکستان کو کشمیر میں ”واک اوور“ مل جائے گا۔ یہ پیغام نصف شب میں قدرت اللہ شہاب کے ذریعے ایوب خان کو پہنچایا گیا لیکن ایوب خان اس پر عمل کیا کرتا اُس نے اپنے پرنسپل سیکرٹری قدرت اللہ شہاب سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ سویلینز نہیں جانتے کہ افواج کی نقل و حرکت کتنا بڑا مسئلہ ہوتا ہے اور خواہ مخواہ عسکری معاملات میں مداخلت کرتے ہیں۔ گویا اپنے پرنسپل سیکرٹری کو ٹکا سا جواب دے کر فارغ کر دیا۔

اصل بات یہ تھی کہ بھارت امریکہ کے ذریعے پاکستان سے یقین دہانی حاصل کر چکا ہوگا کہ چین کے خلاف ہندوستان کے جنگ میں مصروف ہونے کے دوران پاکستان کشمیر میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرے گا۔ میڈیا کے مطابق امریکہ نے ایوب خان کو یقین دہانی کرائی تھی کہ ہندچینی جنگ کے بعد امریکہ مذاکرات سے مسئلہ کشمیر حل کروا دے گا۔ بہرحال وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہوگیا کے مصداق بعد ازاں کسی قسم کے مذاکرات نہ ہوئے۔

درحقیقت ہر فوجی طالع آزما سمجھتا ہے کہ وہ امریکہ کو بہت عزیز ہے کیونکہ اُسے اقتدار بھی تو امریکہ کی آشیر باد سے ملا ہوتا ہے۔ بہرحال ہم نے سنہری موقع سے فائدہ نہ اٹھایا اور بھارت ایک بار پھر چکمہ دینے میں کامیاب ہوگیا۔ 1965ء میں پاکستان نے سرکاری اور غیر سرکاری چھاپہ مار گوریلے کشمیر میں داخل کر دیئے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بغیر کسی منصوبہ بندی اور کشمیر کی تنظیم سے بھی کوئی مضبوط رابطہ کیے بغیر پھر بھی اُنہوں نے بھارتی افواج کو کافی نقصان پہنچایا۔ یکم ستمبر کو پاکستان نے باقاعدہ اپنی افواج کو کشمیر میں داخل کر دیا جو کشمیر کے اندر کافی کامیابی سے آگے بڑھی لیکن بھارت نے 6 ستمبر کو پاکستان کے دل لاہور پر حملہ کر دیا پاکستان کی کشمیر میں پیش رفت رک گئی کیونکہ اُسے اب پاکستان کو بچانا تھا۔ اُس وقت یہ افواہ بڑے زور انداز میں پھیلی کہ وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو نے ایوب خان کو یقین دلایا تھا کہ بھارت کسی صورت انٹرنیشنل باڈر کراس نہیں کرے گا۔ واللہ اعلم! سترہ روزہ جنگ کے بعد تاشقند میں پاک بھارت سربراہان کی ملاقات ہوئی، کشمیر پر مذاکرات کرنا طے پایا۔ بھارت نے مذاکرات کو جان بوجھ کر طول دیا اور بالآخر وہ کسی نتیجہ کے بغیر ختم ہوگئے۔ البتہ 1965ء کی جنگ کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ دنیا کے سامنے یہ بات آگئی کہ اگر پاکستان فوجی کارروائی کر کے بھارت سے کشمیر نہیں چھین سکتا تو بھارت بھی پاکستان پر اچانک حملہ کرنے کے باوجود اُس کے دفاع کو توڑنے اور اُس کو شکست دینے میں کامیاب نہیں ہوسکا، تب سے پاکستان 6 ستمبر کو یوم دفاع مناتا ہے۔

بھارت کے حکمرانوں میں سے واجپائی واحد وزیراعظم تھا جو بھارت اور پاکستان کو مسلسل جنگی صورتِ حال سے نکالنا چاہتا تھا حالانکہ وہ B.J.P جیسی مسلمان اور پاکستان دشمن جماعت کا سربراہ تھا۔ اُس دور میں نواز شریف پاکستان کا وزیراعظم تھا جو شروع سے بھارت کے حوالے سے نرم گوشہ رکھتا تھا۔ نواز شریف کی دعوت پر واجپائی نے پاکستان کا دورہ کیا اور مینار پاکستان کے سامنے کھڑے ہو کر پاکستان کے لیے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کیا جو یقیناً نواز شریف کی بحیثیت وزیراعظم بہت بڑی کامیابی تھی لیکن جلد ہی کارگل کا سانحہ ہوگیا۔ سانحہ کارگل کے بارے میں نواز شریف کے انتہائی لاڈلے بیوروکریٹ مہدی حسن لکھتے ہیں کہ وہ نواز شریف کے ساتھ اندرون ملک دورے پر تھے کہ نواز شریف کو وزیراعظم واجپائی کا فون آیا کہ آپ نے کارگل پر حملہ کر کے میری کمر میں خنجر گھونپا ہے۔ اُس پر نواز شریف کو معلوم ہوا کہ ہماری افواج نے کارگل پر کوئی فوجی کارروائی کی ہے گویا یہ آرمی چیف مشرف کا ذاتی فیصلہ تھا جو وقت کے وزیراعظم سے بھی پوشیدہ رکھا گیا۔ اس پر نواز شریف نے آرمی چیف جنرل مشرف کو بلا کر ساری صورتِ حال کا جائزہ لیا۔

مہدی حسن لکھتے ہیں کہ جنرل مشرف نے اپنی چرب زبانی سے نواز شریف کو شیشہ میں اتار لیا اور اُنہیں یقین دلا دیا کہ اس جنگ سے پاکستان بھارت سے کشمیر چھیننے میں کامیاب ہو جائے گا۔ دوسری طرف چودھری شجاعت حسین (ق لیگ کے سربراہ) نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو بتایا کہ اُس کی موجودگی میں کارگل کی جنگ سے پہلے وزیراعظم نواز شریف کو تفصیلی بریفنگ دی گئی تھی اور نواز شریف باخبر تھے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ دونوں میں سچا کون ہے؟ البتہ یہ بات ریکارڈ پر آنی چاہیے کہ اس جنگ میں پاک فضائیہ بھی استعمال ہوئی تھی اور پاکستان نے بھارت کے ایک یا دو جہاز مار گرائے تھے جس پر وزیراعظم نواز شریف نے بھارت کو للکار کر کہا تھا کہ جتنے جہاز بھیجو گے سب گرائیں گے۔

کارگل کی جنگ میں پہلے پاکستان کو بڑی کامیابی ملی اور بھارت کا بڑا نقصان ہوا لیکن جب کارگل سے واپسی کا فیصلہ ہوا یا کرنا پڑا تو پاکستان کو شدید جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ پاکستانیوں کا کس قدر جانی نقصان ہوا اس کا اندازہ کرنا آسان نہ تھا کیونکہ اس میں فوج کے علاوہ غیر ریاستی عناصر بھی شامل تھے۔ عجب اتفاق یہ ہے کہ چودھری شجاعت حسین کی آل اولاد آج شریف فیملی کی حکومت میں وزارتیں سنبھالے ہوئے ہے۔ اسٹیبلشمنٹ اور شہباز شریف کی حکومت نہ صرف ایک پیج پر ہیں بلکہ یک جان اور دو قالب دکھائی دیتے ہیں۔ اس لیے کہ دونوں کے سامنے ایک ہی دشمن ہے جس کا وہ مل کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ تب یہ سوال اٹھتا ہے کہ یہ بے معنی جنگ جسے ان تینوں پارٹنرز میں سے کوئی own نہیں کرتا کوئی اس کی ذمہ داری لینے کو تیار نہیں۔ پھر اس بے مقصد جنگ میں جن سہاگنوں کے سہاگ اُجڑ گئے، جو مائیں گود سوختہ ہوگئیں، جو بچے شفقتِ پدری سے محروم ہوگئے، جن بوڑھوں کی لاٹھی ریزہ ریزہ ہوگئی، جن بھائیوں کے سروں پر بہنیں سہرا سجانے کی تیاریوں میں تھیں، وہ سفید کفن سے ڈھانپنے پڑے، یہ سب ان تینوں میں سے کس کے ہاتھوں پر اپنے پیاروں کا خون تلاش کریں جو ذاتی اور سیاسی مفاد میں پھر مل بیٹھے ہیں اور ہاتھوں میں ہاتھ دیئے ہوئے ہیں۔

افسوس صد افسوس! سب کچھ گنوا کر بھی آج کشمیر پر بھارت کا قبضہ برقرار ہے۔ راقم کی رائے میں آج جو کشمیر میں یہ صدائیں اُٹھ رہی ہیں ”پاکستان سے رشتہ کیا لا الٰہ الا اللہ“ جب تک پاکستان میں لا الٰہ الا اللہ عملی طور پر ایک نظام کی صورت اختیار نہیں کر لیتا اور اہل کشمیر بھی دوسرے تمام آپشنز یکسر مسترد کر کے صرف کشمیر بنے گا پاکستان کا آپشن دل و جان سے قبول نہیں کرتے اس دو طرفہ عمل کے بغیر بات نعروں تک محدود رہے گی کشمیری بھارت کا ظلم و ستم سہتے رہیں گے اور پاکستان کی شہ رگ کشمیر کو بھارت سے چھڑایا نہ جا سکے گا اور ہماری تمام تر ایلیٹ مسئلہ کشمیر کو اپنے ذاتی اور سیاسی مفادات کے لیے استعمال کرتی رہیں گی۔ ❁

یہ حکومت یہ تجارت......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

بین الاقوامی چالبازیاں جاری رہتی ہیں۔ ایک وہ وقت تھا جب امریکی دوستی پر پاکستانی بغلیں بجا رہے تھے۔ مودی منہ پھلائے بیٹھے تھے۔ ٹرمپ گرم جوش مظاہرے پاکستان کے ساتھ کر رہے تھے اور بھارت پر بھاری ٹیرف عائد ہونے کے اعلانات تجارتی سطح پر امریکہ کر رہا تھا۔ پاکستان کی آؤ بھگت غیر معمولی تھی۔ پھر چرخ گردوں کے چند چکروں کے بعد اب یکا یک مودی اور بھارت، امریکہ کے ساتھ روایتی دوستی کے روپ میں آ گئے۔ باہم تجارتی معاہدے کا اعلان ہو گیا۔ ٹیرف بھی یکا یک کم کر کے 18 فی صد پر آ گیا اور ہم منہ تکتے رہ گئے۔ دوستی، تعلقات صرف خاندانوں میں نہیں، ممالک کے مابین بھی معاشی، سیاسی، استحکام ہی کی بنیاد پر ہوا کرتے ہیں۔ ہماری معیشت کا انحصار قرضوں پر ہو۔ سیاست میں صوبہ در صوبہ خانہ جنگی کی کیفیت طاری رہے تو ملکی ساکھ تو لازماً متاثر ہوگی۔ ہم ستمبر میں ٹرمپ کو اپنے قیمتی دھاتوں کے اثاثے دکھا کر متاثر کر رہے اور سرمایہ کاری کی راہ دکھا رہے تھے۔ اور ادھر بلوچ لبریشن اور دیگر ملک دشمن تنظیموں کی جانب سے ہمہ گیر بڑے حملے 12 شہروں اور قصبوں بشمول کوئٹہ پر کیے گئے۔ حملہ آوروں کے اب تک 200 افراد مارے گئے اور گارڈین نے مستنگ میں ایک جیل پر حملے کے نتیجے میں حملہ آوروں کے اپنے 30 قیدی چھڑانے کی خبر دی۔ ہمارے ملکی استحکام کو زیروزبر کرنے کی اس کوشش پر بھارت کی طرف ہی انگلیاں اٹھ رہی ہیں۔ آپریشن سیندور کی ناکامی کے بعد سے بھارت پاکستان کو اندر سے کھوکھلا کرنے کی کوشش میں ہے۔ بلوچ باغیوں کو فنڈنگ اور تربیت فراہم کر رہا ہے۔ نیا کچھ بھی نہیں، یہ اس کے تاریخی، روایتی ہتھکنڈے ہیں جو بنگلہ دیش سے ان کے تعلقات کے بگاڑ کے بعد دو چند ہو گئے ہیں۔ ان حملوں پر یورپی یونین، فرانس، ایران، امریکہ سبھی نے مذمت کی ہے اور پاکستان سے یک جہتی کا اظہار کیا ہے۔ البتہ حسب توقع بھارتی ترجمان رندھیر جیسوال نے بلوچ عوام کے حقوق غصب کرنے، انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا الزام دینا ضروری جانا۔

بلوچستان بے شمار معدنی و مسائل سے مالا مال، تیل، کوئلہ، کاپر، بڑی مقدار میں کرومائٹ رکھتا ہے۔ لیڈ، زنک، ماربل، گرینائٹ، سونے کے ذخائر بھی موجود ہیں۔ ایک طرف ستمبر میں صدر ٹرمپ کو اپنے قیمتی وسائل کے نمونے دکھا کر ہم نے سرمایہ کاری کی طرف امریکہ کو متوجہ کیا تھا۔ دوسری جانب پہلے چین کے ساتھ معدنیاتی وسائل پر سمٹ (Summit) ہوئی۔ جس کے فوراً بعد بلوچ لبریشن نے جعفر ایکسپریس ٹرین کے اغوا کی کوشش کی۔ 300 سے زائد مسافر چھڑوا لیے گئے۔ 33 حملہ آور مارے گئے۔ ادھر 60 ارب ڈالر کا اہم ترین سی پیک، جنوب مغربی چین کو بحیرۂ عرب سے ملانے کو ہے۔

ایسے میں توجہ جابجا قرض خواہی اور کشکول درازی سے بڑھ کر عقل و دانش اور ملک سے دیانت داری کا تقاضا یہ تھا کہ ترجیح اول بلوچستان کے سیاسی، معاشی، معاشرتی مسائل حل کرنے کو بنایا جاتا۔ ملک میں میرٹ پر دیانت، تدبر، صلاحیت اور خدا خوفی کی بنیاد پر ہر سطح پر افسران لا بٹھائے جاتے۔ حقیقی مسائل پر توجہ دی جاتی۔ عوام کے دل جیتے جاتے تا کہ سیاسی الجھاؤ پیدا نہ ہوتا۔ مشرقی پاکستان کے تجربے سے ہمیں بہت کچھ سیکھنا تھا تا کہ غلطیاں دہرائی نہ جائیں۔ آج بنگلہ دیش بھی پیچھے پلٹ کر دیکھتے اور بہت کچھ سیکھ رہے اور ہم سے اظہار محبت کر رہے ہیں۔ مگر ہماری انانیت، سیاست بازی، مفاد پرستی ہمیں سبق اندوزی سے باز رکھتی ہے! سو نعمتوں سے مالا مال ملک کرپشن، نفع خوری، ایمان سے تہی دامنی، آخرت کی جواب دہی سے بے نیازی نے ہمیں اس حال کو پہنچا دیا۔ سرحدوں پر بھاری رشوتیں چلتی ہیں۔ سو بھرپور سمگلنگ رواں دواں اور دشمنانہ سرگرمیاں بھی ممکن ہو پاتی ہیں۔ بھارتی عنصر اور کل بھوشن کے بھائی بند کھلی چھٹی اور مواقع پاتے ہیں ہمیں زک پہنچانے کو۔ ملکی سلامتی کو پارٹی بندی اور سیاست پر ترجیح دی جائے تو مسائل حل ہونے ممکن ہیں۔

دوسری طرف قوم عدم سنجیدگی، کھیل تماشے، ہر وقت ملے گلے کی تلاش میں رہتی ہے۔ اندھا پیسہ ہو، فراواں ہو، حلال و حرام سے قطع نظر، تو آئے روز جشن میلے منائے جائیں۔ انفرادی سطح پر ماڈلنگ اور فلمی خوابوں کی دنیا میں بین الاقوامی، ملت و امت کے حالات و مسائل سے بے پرواہ، شادیاں دھوم دھڑ کے اور اجتماعی سطح پر اب بسنت میلے رواں دواں ہیں۔ ساری دنیا سے مانگے تانگے کلچر ہمارے ہی ہیں۔ ہولی، دیوالی ہو، ہیلووینی بھوت بھتنیاں بن کر تھرکنا ہو یا پھر حیا سوز ویلن ٹائن! پوری دنیا کا کلچرل کچرا ہمی کو اٹھانا اپنانا ہے۔ گل پلازہ کا شدید بھاری المیہ ہوا، چند وڈیو کلپ دیکھ کر تماشوں میں مگن رہنا ہمارا کام ہے۔ قومی خزانہ جو ہماری پھٹی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر ٹیکسوں سے بھرا جاتا ہے، اس سے لٹ جانے والوں کو معاوضے لاکھوں کروڑوں میں دے کر حکومت فارغ ہو جاتی ہے اپنے اللوں تللوں میں گم۔ منصوبہ بندی، احتساب کی طرف توجہ محنت طلب ہے۔ محنت کی ہمیں عادت نہیں سو ملک نہایت غریب اور کشکول بردار ہے!

لاہور میں ہر موٹر سائیکل کو ہم نے جب آگے ایک راڈ لگی دیکھی تو سمجھ نہ پائے۔ پھر پتہ چلا یہ لاہوری تہذیب کا جزو لاینفک بسنت کی تیاری ہے۔ ڈور حملہ آور ہو تو راڈ آڑے آ جائے! ناگہاں فوتیدگی سے بچانے کا کیسا سائنسی اہتمام ہے۔ جہاں چاہ وہاں راہ۔ سارے ہوٹل بک ہیں۔ حتیٰ کہ گھروں کی چھتیں کرائے پر ہیں۔ دو یا تین دن کے لیے 50 ہزار تا لاکھوں کرایہ ہوگا۔ سائز اور سہولیات کے مطابق۔ ہر گھر اخراجات کی صورت بسنت کا تاوان دے گی، اولادوں، نیانوں، سیانوں، بے گانوں سبھی کی خاطر۔ (یہ لاہور ہے۔ دشمن سرحد پار ہے!) اخراجات میں کپڑے (پیلے)، ساؤنڈ سسٹم، حسب حیثیت کھانے۔ (سموگ اسی دھوئیں سے بنتا اور ہسپتال آباد کرتا ہے) دیگیں، باربی کیو، کباب، شراب، پرل کانٹی نینٹل کے کمرے غیر ملکیوں، رئیس ملکیوں کے لیے بک ہو چکے۔ ابرار الحق کا کنسرٹ بھی ہوگا۔ نجانے عمران خان کو اتنے بڑے، اہم ایونٹ پر پیرول پر کیوں نہیں چھوڑا! یہ بسنتی اہتمام اس لیے ہے کہ 'ہمیں اپنا کلچر پتہ ہونا چاہیے'! کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا۔

طویل عرصے سے غزہ پر ٹرمپ کی ہر آن کہہ مکرنیاں، اہل مغرب کے 'کلچر' جس میں وہ ہر ہفتہ اتوار غزہ کے

لیے مظاہرہ کناں ہوتے دیکھتے رہے۔ ہم بھول ہی چکے تھے کہ اس سے ہٹ کر بھی کوئی کلچر ہو سکتا ہے۔ ان کی زندگی کا مرکز و محور تو یہی رہا دو سال سے زیادہ! مگر پلٹ کر ادھر دیکھا تو ایک تو شاندار شادی نے دم بخود کر دیا ہر طرف تصاویر دیکھتے دیکھتے! ساتھ ہی بسنت اُمڈ آیا۔ ہم نے تو اصلاً مغربی حکمرانوں، سیاست دانوں کی ناپاک اپسٹین سکینڈل سے گھبرا کر ادھر رخ پھیرا تھا۔ یہودی، دجالی نسبتوں والا جیفری اپسٹین جو اسرائیل، موساد سے نسبت رکھتا اور اپنے لیے 'بعل' کی علامت/ نام کا بینک اکاؤنٹ رکھا، یہودی خوشنودی کے لیے۔ جس کے طریق واردات میں دنیا کی اہم ترین شخصیات ہر شعبے سے پھانسی گئیں۔ ایلون مسک، بل گیٹس، مودی سے رابطہ، بل کلنٹن اور سب سے بڑھ کر ٹرمپ، برطانوی پرنس اینڈریو، بڑے سیاستدان، اخباری مالکان، نیوز سٹارز، حتیٰ کہ ضمناً ملالہ کا تذکرہ بھی۔ 30 لاکھ صفحات اب تک اس کی فائلوں کے سامنے آئے ہیں۔ جس میں آدم خوری، بچوں کے ساتھ ظلم و زیادتی اور ان کا خون پینا، کم عمر لڑکیوں سے وحشت، شیطانیت اور 13 تا 15 سالہ لڑکوں کے ساتھ ظلم۔

فی الوقت تو امریکہ قیامت خیز برفانی طوفان کی لپیٹ میں ہے۔ ٹرمپ نے شدت سے، تکبر سے کہا تھا ہم امریکہ کو سفید (فام) کر دینا چاہتے ہیں۔ (تمام کالے، بھورے، پیلے لوگ امریکہ سے نکال کر) قبولیت کا وقت تھا۔ آدھا امریکہ منجمد سفید ہوا پڑا ہے۔ 150 ملین (15 کروڑ) سفید منجمد ہو گئے۔ ایک ہزار ٹریفک حادثات، ایک لاکھ 70 ہزار بجلی کے بغیر، ہزار ہا فلائٹیں منسوخ۔ حال نہ پوچھیں۔ امریکہ سفید ہو گیا!

یہ عیشِ فراواں یہ حکومت یہ تجارت
دل سینۂ بے نور میں محرومِ تجلی

❁❁❁

اعتذار

ہفت روزہ ندائے خلافت شمارہ نمبر 04، 2026ء کے سرورق کے شروع میں سورۃ الشوریٰ کی آیت 20 کا ترجمہ درج ہے۔ لیکن غلطی سے سورۃ الشعراء پرنٹ ہو گیا ہے جس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

پریس ریلیز 6 فروری 2026ء

حکومتِ پنجاب کا مشرکانہ ہندوانہ تہوار 'بسنت' کو بحال کرنا انتہائی شرم ناک ہے۔

بسنت جیسے لغو تہواروں کی ترویج ہمارے معاشرتی نظام پر سوشل انجینئرنگ ایجنڈا کے تحت ایک خوف ناک حملہ ہے۔

عوام الناس بسنت کا مکمل بائیکاٹ کریں اور حکومتِ پنجاب ایسی ہندوانہ مشرکانہ خرافات سے گریز کرے۔

شجاع الدین شیخ

حکومتِ پنجاب کا مشرکانہ ہندوانہ تہوار 'بسنت' کو بحال کرنا انتہائی شرم ناک ہے۔ بسنت جیسے لغو تہواروں کی ترویج ہمارے معاشرتی نظام پر سوشل انجینئرنگ ایجنڈا کے تحت ایک خوف ناک حملہ ہے۔ عوام الناس بسنت کا مکمل بائیکاٹ کریں اور حکومتِ پنجاب ایسی ہندوانہ مشرکانہ خرافات سے گریز کرے۔ اِن خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارت نے کم و بیش 8 لاکھ فوج تعینات کر رکھی ہے اور اسرائیلی ماڈل کی تقلید میں کشمیری مسلمانوں کی مسلسل نسل کُشی کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یومِ یکجہتی کشمیر سے عین مُتصل حکومتِ پنجاب کی سرپرستی میں 3 دن پر محیط ہندوانہ مشرکانہ تہوار بسنت منانا نہ صرف مکمل طور پر غیر شرعی اور ناجائز ہے بلکہ کشمیری مسلمانوں کے پیٹھ میں چُھرا گھونپنے کے مترادف بھی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمارے دین نے شعائرِ اسلامی کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کو دو عیدیں، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ، تہوار کے طور پر عطا کی ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں شکر کا پہلو غالب رہتا ہے۔ اسلام کے عبادتِ رب سے سرشار مزاج کے مطابق عیدین میں نہ شور و غل، ہنگامہ آرائی اور گانے بجانے کی اجازت ہے، نہ عوام کی زندگیوں کو خطرے میں ڈالا جا سکتا ہے، نہ فحاشی و بے حیائی کی محافل کے انعقاد کی اجازت ہے اور نہ اسراف و تبذیر کی گنجائش ہے۔ بلکہ اسلام کی دونوں عیدوں کے دوران انتہائی متانت اور سنجیدگی سے اللہ تعالیٰ کی تکبیر و تہلیل کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ بسنت درحقیقت ہندوؤں کی مشرکانہ ثقافت اور روایات کا لازمی جزو ہے، لہٰذا یہ نظریۂ پاکستان کی مکمل نفی ہے، جس کی بنیاد پر پاکستان کو قائم کیا گیا تھا۔ حکومتِ پنجاب کا ایسے ہندوانہ مشرکانہ تہوار کو مملکتِ خداداد پاکستان کی ثقافت کا حصہ قرار دینا بے حسی اور بے حمیتی کی انتہا ہے۔ پھر یہ کہ مغرب سے درآمد شدہ سوشل انجینئرنگ ایجنڈا کے تحت ایسے لغو تہوار منانے کی ترویج پاکستان کے معاشرتی نظام پر ایک خوفناک حملہ ہے۔ اُنہوں نے اپیل کی کہ عوام الناس اِس ہندوانہ مشرکانہ تہوار کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ حکومتِ پنجاب اللہ تعالیٰ سے بغاوت پر توبہ کرے اور ایسے ہندوانہ مشرکانہ تہوار منانے سے مکمل گریز کرے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے اِس خطۂ زمین پر عدلِ اجتماعی پر مبنی شریعت محمدی ﷺ کے نفاذ کے لیے اپنا تن من دھن لگا دیں تا کہ دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہو سکے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

غلبہ و اقامتِ دین کی جدّوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

مشترکہ شمارہ: فروری-مارچ 2026ء رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ

اہم مضامین

☆ عرضِ احوال: نئی عالمی بساط اور اتحادِ اُمّت کی ضرورت ——— رضاء الحق

☆ لیوطبی سرنزر: راہ نجات: سورۃ العصر کی روشنی میں ——— ڈاکٹر اسرار احمدؒ

☆ درسِ قرآن: سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ (۵) ——— ڈاکٹر اسرار احمدؒ

☆ منبر و محراب: معیارات کا تضاد: باعثِ فساد ——— شجاع الدین شیخ

☆ تذرونِ احوال: دی گریٹ گیم ——— ایوب بیگ مرزا

☆ تزکیۂ نفس: روزہ: برکات اور آفات ——— مولانا امین احسن اصلاحیؒ

☆ جلوۂ خورشید: منبعِ نور کی بازیافت ——— ریان بن نعمان

☆ تذکیر و موعظت: امتحان و آزمائش ——— شیخ ابوکلیم مقصود الحسن الفیضی

☆ دعوتِ فکر: قرآن کے اصل مخاطب کون؟ ——— حافظ محبوب احمد

☆ حقیقتِ دین: اَلدِّیْنُ یُسْرٌ ——— ڈاکٹر ربیعہ ابرار

☆ رجوع الی القرآن: دورۂ ترجمہ قرآن اور فریضۂ اقامتِ دین ——— عبدالرؤف

☆ آمدِ بہار: دورۂ ترجمہ قرآن کا منظر اور پس منظر ——— مولانا شیخ رحیم الدین

دو ماہ کی اشاعت پر مشتمل خصوصی شمارہ ☆ صفحات: 180 ☆ قیمت 120 روپے

مکتبہ خُدّام القرآن لاہور { K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

maktaba@tanzeem.org 0301-1115348

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

مذکورہ روایات سے یہ بات بے غبار ہو جاتی ہے کہ سودی لین دین کی شرط سے کیے گئے بین الاقوامی معاہداتِ قرض، عقودِ فاسدہ اور باطلہ کے زمرے میں آتے ہیں جن کو توڑنا واجب ہے۔

امام بخاریؒ نے کتاب العلم میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے: ''باب اذا اصطلحوا علی جور فھو مردود'' یعنی اس بارے میں باب کہ جب فریقین خلافِ شریعت شرائط پر صلح کر لیں تو یہ معاہدہ کالعدم ہو گا۔ انہوں نے ایسے مردود اور باطل معاہدوں کے کالعدم ہونے پر یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک شخص کے ملازم نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا تھا۔ زانی کے والد نے سو بکریوں اور ایک لونڈی کے بدلے میں صلح کروالی۔ جب رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَاَقْضِیَنَّ بَیْنَکُمَا بِکِتَابِ اللہِ ' اَمَّا الْوَلِیْدَۃُ وَالْغَنَمُ فَرَدٌّ عَلَیْکَ' وَعَلَی ابْنِکَ جَلْدُ مِائَۃٍ وَتَغْرِیْبُ عَامٍ' وَاَمَّا اَنْتَ یَا اُنَیْسُ، فَاغْدُ عَلَی امْرَاَۃِ ھٰذَا فَارْجُمْھَا)) فَغَدَا عَلَیْھَا اُنَیس فَرَجَمَھَا۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح: رقم ۲۶۹۵)

''میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے ذریعے فیصلہ کروں گا' لونڈی اور تمہاری بکریاں تمہیں واپس کر دی جائیں گی' اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال ملک بدر کیا جائے گا۔ اور اے انیس تو کل صبح صبح اس عورت کے پاس جاؤ اور اس کو رجم کر دو۔ حضرت انیسؓ اس کے پاس گئے اور اسے رجم کر دیا۔'' (جاری ہے)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1385 دن گزر چکے!

روزہ اور رمضان المبارک کی عظمت اور فضیلت سے واقفیت کے لیے

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

کے دو کتابچے ----- خود پڑھیے اور احباب کو تحفتاً پیش کیجیے:

① **عظمتِ صیام و قیامِ رمضان مبارک**

قیمت: -/100 روپے

حدیث قدسی فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ کی روشنی میں

② **عظمتِ صوم**

قیمت: -/50 روپے

مکتبہ خُدّام القرآن لاہور

K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

maktaba@tanzeem.org 0301-1115348

believer's sustenance is increased. Whoever gives food to a fasting person to break his fast, shall have his sins forgiven, and he will be saved from the Fire of Hell, and he shall have the same reward as the fasting person, without the latter's reward being diminished at all."

The hadith continues and contains many other very important messages. However, let us take the time to highlight two of the statements contained above. First, that Ramadan is the month of sabr. The English translation is patience but that word has a very narrow meaning compared to sabr. Sabr means not only patience and perseverance in the face of difficulties, it also means being steadfast in avoiding sin in the face of temptations and being persistent in performing virtues when that is not easy. Overcoming hunger and thirst during fasting is part of it. But protecting our eyes, ears, minds, tongues, and hands, etc. from all sins is also part of it. So is being persistent in doing good deeds as much as possible despite external or internal obstacles. Ramadan requires sabr in its fullest sense and provides a training ground for that very important quality to be developed and nurtured. Here is a recipe for the complete overhaul of our life, not just a small adjustment in meal times.

The highest point of Ramadan is itikaf, an act of worship in which a person secludes himself in a masjid to devote his time entirely to worshipping and remembering Allah. Some in every Muslim community must take a break and go to the masjid for the entire last ten days of Ramadan. Others should imbibe the spirit and do whatever they can.

But we must differentiate between worldly pleasures and worldly responsibilities. We take a break from the former and not the latter. Syedna Abdullah ibn Abbas, *(RA)*, was performing itikaf, when a person came and sat down silently. Sensing his distressed condition Ibn Abbas enquired about his situation, learnt that he needed help, and proceeded to leave the masjid to go out and help him. Now this action does nullify the itikaf, making a redo obligatory. So the person, though grateful, was curious. Explaining his action, Ibn Abbas related a hadith that when a person makes efforts to help his brother, he earns the reward for performing itikaf for ten years.

This brings us to the second statement to consider: that Ramadan is the month of kindness and charity. With those in distress in the millions in the world today, the need for remembering this message of Ramadan cannot be overstated.

Unfortunately, today another scene seems to be dominant in some parts of the Muslim world. Here Ramadan is the month of celebrations, shopping, fancy iftars at posh restaurants, entertainment and gossip. People stay up at night but not for worship; they while away that time watching TV or wandering in the bazaar. Ramadan here is more a month of feasting than fasting.

May Allah (SWT) grant us the strength use this year's Ramadan and its precious Days and Nights in cleansing our spirit and developing moral righteousness, virtuousness and decency, doing good deeds and absolving ourselves from sins and evil, gaining Allah's (SWT) Mercy, Forgiveness and Salvation from the Hellfire. May Allah (SWT), grant us the willingness and wisdom to develop and prepare ourselves for the struggle to enforce the political, economic and social System of Islam in our country. May Allah (SWT) eradicate Riba from Pakistan. May Allah (SWT) make us remember Muslims around the world, particularly, Gaza, Palestine, Kashmir and Myanmar in our supplications and supererogatory prayers. May this be the Holy month of Ramadan when Muslim leaderships unite to practically help the oppressed and defeat all evil designs of the enemies of Islam and Muslims. Aameen!

No one can take away our Ramadan from us; we just give it away ourselves. And if we realize the utter blunder we have made, we can take it back.

<u>Source</u>: *Posted on https://www.albalagh.net/*

Message of Ramadan

Ramadan is the most important month of our calendar. It is a tremendous gift from Allah *(SWT)* in so many ways. In our current state of being down and out, it can uplift us, empower us, and turn around our situation individually and collectively. It is the spring season for the garden of Islam when dry grass can come back to life and flowers bloom. But these benefits are not promised for lifeless and thoughtless rituals alone. They will be ours if our actions are enlightened by the evergreen message of Ramadan.

Today the message of Ramadan tends to get drowned out by much louder voices of the pop culture that have an opposite message. We have become so accustomed to them that many of us remain enslaved to them even during Ramadan.

The most important message of Ramadan is that we are not just body. We are body and soul. And that what makes us human beings and that determines our value as human beings is the soul and not the body. During Ramadan we deprive the body to uplift the soul. This is all simple and familiar. But we can understand its significance if we remember that the message of the materialistic hedonistic global pop culture that has engulfed every Muslim land today --- just like the rest of the world--- is exactly the opposite. It says that body is everything. That the materialistic world is all that counts. That the greatest happiness -- if not virtue-- is in filling the appetites of the body. This message produces endless appetites and consequently endless wars to fill those endless appetites through endless exploitation. It produces endless frustrations since the gap between desires and achievements can never be filled. It produces endless chaos and endless oppression. Yet this trash comes in such beautiful and enticing packages that we can hardly resist it. We equate this slavery with freedom. We consider this march to disaster as progress. And with every movement, we get further and deeper into the mire.

The message of the materialistic hedonistic global pop culture that has engulfed every Muslim land today is exactly the opposite of the message of Ramadan.

Ramadan is here to liberate us from all this. Here is a powerful message that it is soul over body. Take a break from the pop culture. Turn off the music and TV. Say goodbye to the endless and futile pursuit of happiness in sensory pleasures. Rediscover your inner self that has been buried deep under it. Reorient yourself. Devote your time to the reading of the Qur'an, to voluntary worship, to prayers and conversations with Allah. Reflect on the direction of your life and your priorities. Reflect on and strengthen your relationship with your Creator.

On the last day of one Sha'ban, Prophet Muhammad *(SAAW)*, gave a Khutbah about the upcoming month of Ramadan. It is a very important Khutbah that we should carefully read before every Ramadan to prepare ourselves mentally for the sacred month. It begins: "Oh people! A great month is coming to you. A blessed month. A month in which there is one night that is better than a thousand months. A month in which Allah has made it compulsory upon you to fast by day, and voluntary to pray by night. Whoever draws nearer to Allah by performing any of the voluntary good deeds in this month shall receive the same reward as is there for performing an obligatory deed at any other time. And whoever discharges an obligatory deed in this month shall receive the reward of performing seventy obligations at any other time. It is the month of Sabr (patience), and the reward for sabr is Heaven. It is the month of kindness and charity. It is a month in which a

Vol: 35 Regd. No. C.P.L NO.114 No.06

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ACEFYL

SUGAR FREE
COUGH SYRUP

Acefylline piperazine 45mg + Diphenhydramine HCl 8mg

پاکستان کا مقبول ترین
کھانسی کا شربت
شوگر فری
میں بھی دستیاب ہے

ہر قسم کی کھانسی میں
یکساں مفید

PHARMA